بسم اللہ الرحمن الرحیم

بیادگار: حضور حافظِ ملت علامہ شاہ الحاج عبد العزیز قدس سرہٗ بانی الجامعۃ الاشرفیہ

الجامعۃ الاشرفیہ کا دینی اور علمی ترجمان

# ماہنامہ اشرفیہ
مبارکپور

زیرِ سرپرستی:
عزیزِ ملت حضرت علامہ شاہ الحاج عبد الحفیظ صاحب قبلہ
سربراہِ اعلیٰ الجامعۃ الاشرفیہ


ربیع الاول ۱۴۴۱ھ | نومبر ۲۰۱۹ء | جلد نمبر ۴۳ شمارہ ۱۱



## مجلس ادارت
مدیر اعلیٰ: مبارک حسین مصباحی
منیجر: محمد محبوب عزیزی
تزئین کار: مہتاب پیامی

## مجلسِ مشاورت
مولانا محمد احمد اعظمی مصباحی
مفتی محمد نظام الدین رضوی مصباحی
مولانا محمد ادریس بستوی مصباحی
مولانا محمد عبد المبین نعمانی مصباحی



**ترسیل زر و مراسلت کا پتہ**
دفتر ماہنامہ اشرفیہ، مبارک پور
اعظم گڑھ یو۔ پی۔ ۲۷۶۴۰۴

**THE ASHRAFIA MONTHLY**
Mubarakpur. Azamgarh
(U.P.) India. 276404


قیمت عام شمارہ: 25 روپے
سالانہ: 250 روپے

**چیک اور ڈرافٹ**
بنام
**مدرسہ اشرفیہ**
بنوائیں


کوڈ نمبر ———— 05462
دفتر ماہنامہ اشرفیہ ——— 250149
الجامعۃ الاشرفیہ ——— 250092
دفتر اشرفیہ ممبئی فون/فیکس 23726122


سری لنکا، بنگلا دیش، پاکستان، سالانہ
500 روپے
دیگر بیرونی ممالک
$ 20 امریکی ڈالر £ 15 پونڈ

**نوٹ:** آپ ماہنامہ اشرفیہ ہر ماہ انٹرنیٹ پر بھی پڑھ سکتے ہیں۔
http://www.aljamiatulashrafia.org
**E.mail:** ashrafiamonthly@gmail.com

A/c No. 3672174629
Central Bank Of India
Branch : Mubarakpur IFSC : CBIN0284532
اکاؤنٹ میں رقم جمع کرنے کے بعد آفس کے نمبر پر فون کریں
یا بذریعہ ڈاک مطلع کریں۔ (منیجر)


مولانا محمد ادریس مصباحی نے فیضی کمپیوٹر گرافکس، گورکھ پور سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ سے شائع کیا۔

# مشـــــــــمـــــــــولات


| | | | |
|---|---|---|---|
| اداریـــــــہ | NPR اور NRC پورے ملک میں نافذ | مبارک حسین مصباحی | ۳ |
| | **فکریات** | | |
| فـــکـــــرِ نو | عصرِ حاضر میں مذاہب کی تعلیم: توقعات اور موانع (آخری قسط) | مفتی محمد رضا مصباحی | ۶ |
| | **فقہیات** | | |
| آپ کے مسائل | کیا فرماتے ہیں.............. | مفتی محمد نظام الدین رضوی | ۱۲ |
| | **نظریات** | | |
| فـــکر امـــروز | مغربی تہذیب کے چند نمونے | انصار احمد مصباحی | ۱۴ |
| | **اسلامیات** | | |
| درسِ قـــرآن | ازدواجی زندگی کے قرآنی اصول | مولانا حبیب اللہ بیگ ازہری | ۱۷ |
| شعاعیں | خدمتِ خلق اور مسلمانوں کے باہمی حقوق | مولانا طارق نعمان کڑنگی | ۲۳ |
| | **رضویات** | | |
| شـــعور وفـــکر | امام احمد رضا: ترجمانِ فکر اسلامی | مولانا غلام مصطفےٰ نعیمی | ۲۶ |
| | **شخصیات** | | |
| انوارِ حـــیـــات | محدثِ جلیل حضرت علامہ عبد الشکور مصباحی | مفتی عبد المجید خاں قادری مصباحی | ۳۰ |
| | **بزمِ دانش** | | |
| فکـــرونـــظر | دنیا کی صلاح وفلاح میں صوفیاے کرام کا کردار | مفتی محمد مبشر رضا ازہر مصباحی/مولانا محسن رضا ضیائی | ۳۴ |
| | **ادبیات** | | |
| گوشـــــۂ ادب | امام احمد رضا - اہلِ بیتِ اطہار اور صحابۂ کرام سے محبت | مفتی منیب الرحمٰن | ۴۱ |
| نـــقدونـــظر | عرض داشت (صفدر امام قادری کے کالموں کا انتخاب) | تبصرہ نگار: مبارک حسین مصباحی | ۴۴ |
| خـیابانِ حـرم | یہ جان بھی پیارے جلا جانا/مل گیا | امام احمد رضا محدث بریلوی/علامہ حسن رضا حسن بریلوی | ۴۹ |
| | **مکتوبات** | | |
| صداے باز گشت | غلام مصطفی رضوی/عرفان قادری/محمد ہاشم اعظمی | | ۵۰ |
| | **سرگرمیاں** | | |
| خیر وخبر | پورہ خضر مبارک پور میں جلسۂ عید میلاد النبی ﷺ/راویر میں ذکرِ شہداے کربلا/این آر سی کے نام پر مسلمانوں کو خوف زدہ کرنا بند کیا جائے/جامعہ گلشنِ فاطمہ میں عرس مخدوم اشرف/کانپور میں علماے اہلِ سنت کا عظیم اجتماع/جناب محمد انصار احمد ابن عبد الغنی سردار کا انتقال | | ۵۳ |

اداریہ

# NPR اور NRC کی چند اہم باتیں

مبارک حسین مصباحی

**ہمارا** پیارا وطن ہندوستان ایک جمہوری ملک ہے، صدیوں سے غلام ملک کی آزادی اور تعمیر و ترقی میں مسلمانوں نے بڑا کلیدی کردار ادا کیا ہے، اس آزاد ملک کے دستور میں دین و قوم زبان و تہذیب میں فرق کے باوجود سب کو رہنے، کھانے پینے اور اپنے اپنے مذہب پر عمل کرنے کی قانونی آزادی ہے۔ اس طرح یہ رنگا رنگ ایک حسین گلدستہ ہے، جس میں طرح طرح کی خوشبوئیں ہیں گذشتہ بہتّر سال سے انتخابات کی شکل میں اقتدار آتے ہیں اور چلے جاتے ہیں، ہاں مگر یہ بھی ایک سچائی ہے کہ اکثریت اقلیت پر کچھ خلافِ قانون دباؤ بناتی رہی ہے۔ خیر یہ ایک مشکل اور طویل مسئلہ ہے، اس پر ہم بروقت گفتگو نظر انداز کرتے ہیں۔ اس وقت ہم بات کریں گے NPR اور NRC کی۔ اس میں بھی کچھ ایسا ہی ہوا ہے۔ خاص طور پر ہندوستانی مسلمانوں کو خوف و ہراس میں مبتلا کیا گیا ہے۔ ہم آج آپ کو بتائیں گے کہ سچائی کیا ہے، ہم جس ملک میں رہتے اور بستے ہیں، کھاتے اور کماتے ہیں اور دیگر امور میں مصروف رہتے ہیں ان تمام چیزوں میں مسلمانوں کو ہی نہیں بلکہ ہر باشندے کو قانونی طور پر رہنا ہے، یہ دونوں امور سب سے پہلے صوبہ آسام میں کیے گئے اور جو نتائج سامنے آئے ان سے بھی ہر پڑھا لکھا فرد واقف ہے۔

آسام میں ۳۱/ دسمبر و کیم جنوری ۲۰۱۹ء کی درمیانی شب میں سپریم کورٹ کے حکم پر ریلیز کیے گئے نیشنل رجسٹر آف سٹیزن (این آر سی) کی پہلی فہرست میں سب کچھ درست پایا گیا، صرف ۱۹/ لاکھ افراد کے نام نہیں آئے۔ ان میں سے ۱۳/ لاکھ غیر مسلم ہیں باقی صرف ۶/ لاکھ مسلمان ہیں۔ وزیر داخلہ امیت شاہ نے کولکتہ میں ایک ریلی کے جلسہ میں کہا ہے، ملک کے تمام سکھ، جین، بودھ، عیسائی اور غیر ملکی ہندوؤں کو قانون بنا کر شہریت دی جائے گی، کچھ اسی طرح کا بیان ہریانہ کے ایک جلسے میں بھی دیا ہے۔ عبد اللہ ناصر اس بیان پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”وزیر داخلہ نے یہ بھی کہا ہے کہ شہریوں کی شناخت کے سلسلے میں حکومت جو قانون لانے جا رہی ہے اس میں ان سب فرقے کے لوگوں کو پناہ گزین دے کر ہندوستان کی شہریت دی جائے گی، باقی جو بچے ہیں ان کو گھس پیٹھیا اور در انداز بتا کر ملک سے باہر نکال دیا جائے گا۔ ظاہر ہے کہ یہ در انداز صرف مسلمان ہوں گے۔“

آپ مزید لکھتے ہیں: ”کیا سیکولر ہندوستان میں آئینی تقاضوں اور اصولوں کو بالائے طاق رکھ کر مذہب کی بنیاد پر تفریق کی جائے گی۔“ حالاں کہ اس جمہوری ملک میں ہر فرد کو اپنے مذہب پر عمل کرنے کی دستوری اجازت ہے۔

واضح رہے کہ وزیر داخلہ نے ممبر پارلیمنٹ کی حیثیت سے جو حلف لیا ہے اس میں سب کے ساتھ انصاف اور کسی کے ساتھ کسی بھی بنیاد پر تفریق نہ کرنے کا عہد شامل ہے۔ خیر یہ تمام باتیں بہت تفصیل طلب ہیں، سرِ دست ہم بات کرتے ہیں صوبہ آسام کی۔

این آر سی کی فہرست تیار کرنا کتنا مشکل اور جوکھم بھرا کام ہے، اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس فہرست میں ایک ہی خاندان کے کچھ لوگوں کو اس پہلی فہرست میں جگہ ملی تو کچھ کو نہیں ملی۔ عجیب بات تو یہ ہے کہ کچھ ریاستی وزیر ایم پی اور ایم ایل اے بھی اس پہلی فہرست میں آنے سے رہ گئے۔ حیرت تو اس وقت انتہا پر پہنچ گئی جب یہ معلوم ہوا کہ باغی علاحدگی پسند الفا (آزاد) لیڈر پریش برووا جو کہ گزشتہ ۳۷ برسوں سے چین۔ میانمار سرحد پر کہیں چھپے ہوئے بتائے جاتے ہیں، کا اس فہرست میں نام شامل ہے جبکہ آل انڈیا یونائیٹڈ ڈیموکریٹک فرنٹ (اے آئی یو ڈی ایف) کے سربراہ اور لوک سبھا رکن مولانا بدر الدین اجمل قاسمی فہرست سے غائب ہیں۔

پہلی فہرست کے محروم لوگوں میں ۱۹۸۳ میں اسی شہریت کے ایشو کو لے کر بدنام زمانہ قتل عام سے گزرے نیلی کے متاثرین کی قابل ذکر تعداد بھی شامل ہے۔ پہلی فہرست کے محروم لوگوں میں سلچر کے کاشی پور علاقہ میں اپنی بیوی اور تین بچوں کے ساتھ رہ رہا ۴۰ سالہ ڈرائیور

حنیف خاں بھی تھا جس نے شہریت کی فہرست میں اپنا نام نہ دیکھ کر گھر واپس لوٹتے وقت درخت سے لٹک کر خودکشی کرلی۔اس کی بیوی کا کہنا ہے کہ" ۳۱دسمبر کو آنے والی اس فہرست کو لے کر حنیف کئی دنوں سے بہت تناؤ میں تھا۔

ظاہر سی بات ہے کہ این آر سی فہرست ۲۰۱۸ میں متعدّد بار نظر ثانی کے بعد مکمل ہوگی مگر شہریت کو ثابت کرنے والے دستاویز کی فراہمی کی نزاکت اور پہلی فہرست کے تجربہ کو دیکھتے ہوئے یہ بات یقین کے ساتھ نہیں کہی جاسکتی ہے کہ آئندہ فہرست سبھی درخواست دہندگان کو مطمئن کرسکے گی۔

آسام ملک کی ایسی واحد ریاست ہے جس نے ۱۹۵۱ کی مردم شماری کے بعد این آر سی تیار کی تھی۔ ۱۹۸۵ میں ہوئے آسام معاہدہ کے ۳۲ برسوں بعد ۳۱دسمبر ۲۰۱۷۔یکم جنوری ۲۰۱۸ کی شب پہلے اپ ڈیٹیڈ این آر سی کو پانے کے بعد بھی یہ ایسا کرنے والی پہلی ریاست بن گئی ہے۔این آر سی کو ریاست آسام میں ان درخواست دہندگان کے ناموں کے ساتھ اپڈیٹ کیا جاتا ہے جن کا نام ۱۹۵۱ کے این آر سی یا ۲۵-۲۴ مارچ ۱۹۷۱ کی درمیانی شب تک ریاست کی کسی انتخابی فہرست میں آیا تھا اور ان کے اولاد میں سے تھا اور تمام ہندوستانی شہری بشمول ان کے بچے اور اولاد میں سے تمام لوگ جو کہ ۲۴ مارچ ۱۹۷۱ کے بعد آسام آگئے تھے۔

مائیگریشن اور ڈیموگرافک تبدیلی ۱۹۵۰ کی دہائی سے آسام کی سیاست میں بڑی اہم تصور کی جاتی ہے۔ ۱۹۷۰ کی دہائی کے اواخر میں آسام ایجی ٹیشن شہریت کے سوال پر مرکوز تھا اور اس نے غیر قانونی مائیگرینٹس کے ڈیٹیکشن یعنی پتہ لگانے، ڈیلیشن یعنی منسوخی اور ڈیپورٹیشن یعنی ملک بدری کا مطالبہ کیا تھا۔ ۱۹۸۵ کے آسام معاہدہ میں یہ وعدہ کیا گیا تھا کہ ان ایشوز سے نمٹا جائے گا اور گزشتہ ۳۱ دسمبر-یکم جنوری کو این آر سی کی جو پہلی فہرست اپڈیٹ ہوکر منظر عام پر آئی ہے، وہ دراصل انہی وعدوں کو پورا کرنے کی جانب بڑھتا ہوا قدم ہے۔ ویسے یہ بات ذہن نشیں رہنی چاہیے کہ ریاست آسام میں غیر قانونی مائیگرینٹس کی صحیح تعداد اس وقت تک معلوم نہیں ہوسکے گی جب تک کہ این آر سی اتھارٹیز کے ذریعے فائنل ڈرافٹ میں اس پہلی فہرست کے محروم لوگوں کے دعوے اور اعتراضات نمٹا نہ لئے جائیں۔

راج کمار سریواستو ایڈوکیٹ سپریم کورٹ بیان کرتے ہیں:

ہندوستان کے شہری ہونے کا تعین آئین ہند کی دفعات ۵ تا ۱۱ (پارٹ II) کے تحت کیا جاتا ہے۔ اس قانون کا تعلق شہریت کے ایکٹ ۱۹۵۵ سے ہے۔ اس میں اب تک ۵ ر بار ترمیمیں ہوچکی ہیں۔ پہلی بار ترمیم ۱۹۸۶ میں ہوئی، اس کے بعد ۱۹۹۲ میں، پھر ۲۰۰۳ اور ۲۰۰۵ میں ہوئی اور آخر بار ترمیم ۲۰۱۵ میں ہوئی، اس لیے سٹیزن شپ ایکٹ ۱۹۵۵ کو بہتر طور پر سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ اس میں ہونے والی ترمیمات کو بھی سمجھا جائے۔ اس سلسلے میں کتابیں دستیاب ہیں، وکلا نے اپنی ویڈیوز یوٹیوب پر اپ لوڈ کردی ہیں۔

ملک میں اس وقت NPR اور NRC کے حوالے سے ذہنوں میں بہت سے سوالیہ نشان ہیں۔ اس کو لے کر ملک میں مختلف قسم کی غلط فہمیاں پیدا کی جارہی ہیں اور الگ الگ علاقوں میں خوف و ہراس کا ماحول بن رہا ہے جو ملک کے مفاد میں نہیں ہے۔ ایسے مشکل وقت میں خانقاہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ نے محسوس کیا کہ اس موقع پر ایک اہم نشست کرکے ہدایت نامہ جاری کیا جائے تاکہ ملک میں NPR اور NRC تعلق سے کسی الجھن میں پڑنے کے بجاے ہدایت نامہ کے مطابق اپنے اپنے دستاویزات تیار کرلیں تاکہ وقت پر کسی قسم کی کوئی پریشانی اٹھانی نہ پڑے۔

## دستاویزات

| | | |
|---|---|---|
| [۱]-برتھ سرٹیفکیٹ | [۲]-پاسپورٹ | [۳]-ڈرائیونگ لائسنس |
| [۴]-پوسٹ آفس کے کاغذات | [۵]-بورڈ یا یونیورسٹی کی اسناد | [۶]-آدھار کارڈ |
| [۷]-بینک پاس بک | [۸]-پین کارڈ | [۹]-مقدمات کے کاغذات |
| [۱۰]-ایل آئی سی کے کاغذات | [۱۱]-رہائشی سرٹیفکیٹ | [۱۲]-بجلی بل |
| [۱۳]-راشن کارڈ | [۱۴]-پرانی ووٹر لسٹ کی کاپی | [۱۵]-خاندانی رجسٹر کی کاپی |
| [۱۶]-ووٹر آئی کارڈ | [۱۷]-مستقل رہائشہ سند | [۱۸]-وراثت نامہ |

**[۱۹]-ایل پی جی گیس کنکشن [۲۰]-پراوڈنٹ اکاؤنٹ پاس بک**

**[۲۱]-زمین کے کاغذات جس میں والد، دادا، نانا وغیرہ کے نام ہوں۔**

**[۲۲]-سرکاری نوکری کے دستاویزات [۲۳]-رفیوجی رجسٹریشن سرٹیفکیٹ**

اوپر لکھے ہوئے کاغذات میں سے کچھ کاغذات دے کر NPR میں ہر ہر شہری کا رجسٹریشن ہو جائے گا۔ وقت سے پہلے مندرجہ بالا دستاویزات زیادہ سے زیادہ جمع کر کے اپنے پاس رکھیں تاکہ وقت ضرورت ہمارے کام آسکیں۔ انڈین سٹیزن شپ ایکٹ ۱۹۵۵ کے تحت ۲۶ جنوری ۱۹۵۰ سے ۳۰ جون ۱۹۸۷ کے درمیان پیدا ہونے والے سبھی لوگ ہندوستانی ہیں۔ یکم جولائی ۱۹۸۷ سے ۲ دسمبر ۲۰۰۴ء کے درمیان پیدا ہونے والے سبھی افراد ہندوستانی ہوں گے، جب کہ ان کے والدین میں سے ایک ہندوستانی ہو، جو لوگ ۳/ دسمبر ۲۰۰۴ء کے بعد پیدا ہوئے ہیں ان کو اپنی اور والدین دونوں کی شہریت ثابت کرنی ہوگی، وہ لوگ بھی ہندوستان کے شہری ہو سکتے ہیں جن کے والدین میں سے ایک ہندوستانی شہری ہو اور دوسرا غیر قانونی طور پر ہندوستان میں داخل نہ ہوا ہو۔

**اہم اپیل**-آپ حضرات کو معلوم ہے کہ یکم ستمبر ۲۰۱۵ سے ووٹر شناختی کارڈ میں ناموں کی اصلاح، نئے شناختی کارڈ بنانے اور ٹرانسفر کرنے کا کام شروع ہو چکا ہے، جو صوبہ دہلی کے لیے ۳۱/ اکتوبر ۲۰۱۹ تک اور دیگر صوبوں کے لیے ۱۸/ نومبر ۲۰۱۹ تک جاری رہے گا۔ اگر آپ کو اپنی ووٹر آئی ڈی میں کوئی تبدیلی کرانی ہو Www.nsvp.in online correction پر کرا سکتے ہیں۔ آپ کے کاغذات میں سے کسی میں بھی نام، ولدیت، پتہ، تاریخ پیدائش کی لکھاوٹ (Spelling) میں کوئی غلطی ہے تو اسے درست کرائیں اور تمام کاغذات کو ایک جیسا بنائیں۔ جو کاغذات و دستاویزات تیار نہیں ہیں، تیار کرالیں۔ آدھار کارڈ میں نام دوبار درست کرا سکتے ہیں، تاریخ پیدائش اور جنس کو ایک بار ہی ٹھیک کیا جا سکتا ہے۔ والدین اور دادا اور نانا وغیرہ کی آئی ڈی کو محفوظ رکھیں۔ اگر وہ انتقال کر گئے ہوں تو ڈیتھ سرٹیفکیٹ بھی محفوظ رکھیں۔ زمینی کاغذات اگر اوریجنل نہیں ہیں تو فوٹو اسٹیٹ کی بنیاد پر سرٹیفائڈ کاپی نکلوا کر اپنا نام درست کروائیں۔ خاندان کی دوسرے افراد اور برادران وطن کی بھی مدد کریں۔

ہندوستانی شہریت قانون ۱۹۵۵ کی دفعہ کے ۱۴ کے مطابق ملک کے ہر ایک شہری کو اپنا نام پتہ ہندوستانی باشندوں کے قومی رجسٹر یعنی این آر آئی سی میں درج کروانا ضروری ہے۔ ۱ اپریل ۲۰۲۰ سے ۳۰ ستمبر ۲۰۲۰ تک پورے ملک میں نیشنل پاپولیشن رجسٹر یا پھر این پی آر کو نافذ کیا جائے گا۔ شہروں و دیہاتوں میں دو دو مرتبہ کیمپ لگائے جائیں گے اور ہر باشندے کو اس کی اطلاع کی جائے گی۔ ۲۰۱۱ کی مردم شماری میں جن کا نام درج ہے ان کے گھر سرکاری نمائندہ خود فارم لے کر جائے گا۔ ایک فارم ہوگا جس کا نام کے وائی آر (نو یور ریزیڈنٹ) ہے۔

**اس فارم میں مختلف کالم بھرنے ہوں گے۔ ۱ نام، ۲۔ ولدیت یا کھیا کا نام، ۳ ماں کا نام، ۴ بیوی کا نام، ۵ جنس، ۶ تاریخ پیدائش، ۷ مقام پیدائش، ۸ قومیت، ۹ موجودہ رہائش کا پتہ جہاں شہری ۶ مہینہ رہ چکا ہو اور آگے ۶ مہینہ یا ایک سال رہنے کا ارادہ رکھتا ہو، ۱۰، شہری کا مستقل پتہ، ۱۱ مشغلہ، ۱۲ تعلیمی لیاقت، ۱۳ فوٹوگراف کے ساتھ بائیو میٹرک پہچان یعنی دسوں انگلیوں اور دونوں آنکھوں کے پرنٹ وغیرہ شامل ہیں۔** ان کالمس کی تصدیق کے لیے ان ذیل دستاویزات میں سے کم از کم تین کو بطور ثبوت فارم کے ساتھ جمع کرنا ہوگا جس کا ویری فکیشن حکومت آدھار کارڈ کے محکمہ یو آئی ڈی اے آئی سے کرائے گی۔ (دستاویزات کی فہرست۔ ۱ -برتھ سرٹیفکیٹ، ۲-راشن کارڈ، ۳-ووٹر آئی ڈی کارڈ، ۴-بینک پاس بک، ۵ -زمین کا بیع نامہ، ۶ -سرکاری ملازمت کے جاب کارڈ، ۷ -پاسپورٹ، ۸-آدھار کارڈ، ۹ -پریوارک رجسٹر کی نقل، ۱۰-ہائی اسکول انٹر کے اسناد اگر موجود ہوں تو، ۱۱-ڈرائیونگ لائسنس، ۱۲ -ایل۔ پی۔ جی گیس کنکشن۔ ۱۳-بجلی کنکشن، ۱۴-پین کارڈ۔)

بہر کیف NPR اور NPR کے حوالے سے چند جگہوں سے ہم نے کچھ معلومات فراہم کر کے آپ کے سامنے پیش کر دی ہیں۔ آپ حضرات سنجیدگی سے ان تمام ضروری دستاویز کی تکمیل کر لیں۔ آپ سے یہ بھی گذارش ہے کہ جو لوگ یہ معاملات کسی وجہ سے نہیں سمجھتے ہیں، ان کے کام بھی پایۂ تکمیل تک پہنچائیں۔ اسی کے ساتھ اپنے قرب و جوار اور دیگر کم پڑھے لکھے لوگوں یا ان پڑھ لوگوں کے بھی کام آئیں، یہ قومی اور وطنی خدمت ہے، آپ ایک لمحے کے لیے بھی یہ غور نہ کریں کہ اس میں ہمارا کیا فائدہ ہے، یہ بھی ملی خدمت ہے، اس کا اجر اللہ تعالیٰ عطا فرمائے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔ ☆☆☆

مولانا مفتی محمد رضا قادری مصباحی

# جدید ہندوستان میں مذہبی تعلیم

## اور عصری علوم کی شمولیت

**مقالہ برائے: بین الاقوامی کانفرنس، مرکزی یونیورسٹی کشمیر**

## بعنوان: عصر حاضر میں مذاہب کی تعلیم: توقعات وموانع

### مدارس اسلامیہ کے نصاب میں عصری علوم کی شمولیت:

مدارس اسلامیہ کے فارغ طلبہ کے بارے میں اسکول اور کالج سے وابستہ لوگوں کی طرف سے یہ بات بار بار دہرائی جاتی ہے کہ مدارس سے جو علما فارغ ہوتے ہیں وہ فقط دینی علوم کے ماہر ہوتے ہیں۔ سائنس، ریاضی، فلسفۂ جدیدہ اور دیگر طبیعی علوم کے بارے میں ان کی واقفیت ادنی درجے میں یا نہ کے برابر ہوتی ہے۔ جب کہ عہد وسطی کی تاریخ میں انھیں مدارس سے متکلّمین، فقہا و محدثین کے ساتھ ساتھ ماہرین ہیئت وفلکیات، فزیکس، کیمسٹری، ریاضی اور جغرافیہ و تاریخ کے ماہرین پیدا ہوا کرتے تھے۔ اس طرح کے سوالوں کا بار بار جواب بھی دیا گیا۔ لیکن اس جگہ ہمیں یہ عرض کرنا ہے کہ جس طرح آپ مدارس سے علوم جدیدہ میں کامل مہارت کی توقع رکھتے ہیں ویسے ہی ہمارا آپ سے یہ مطالبہ ہے کہ آپ اسکول، یونیورسٹیز اور کالجوں سے دینی علوم کے ماہرین، فقہا و محدثین و متکلّمین کی جماعت کیوں نہیں فارغ کرتے۔ ان کی رسائی فقط علوم جدیدہ تک کیوں ہوتی ہے۔ ظاہر سی بات ہے کہ اس کا جواب نفی میں ہوگا۔ کیوں کہ دونوں اداروں کے قیام کے مقاصد ہم نے خود جدا کر رکھے ہیں۔ یونیورسٹی اور کالج سے وابستہ لوگ دینی علوم میں رغبت نہیں رکھتے اور دینی اداروں سے وابستہ حضرات عصری علوم سے ناواقف رہ جاتے ہیں۔ مسلم دور حکومت میں سرکاری سطح پر تعلیم کا نظم اس طرح تھا کہ ثانویہ سطح (انٹر) تک کی تعلیم سارے لوگوں کے لیے یکساں ہوا کرتی تھی۔ جس میں دینیات، عربی زبان وادب، نحو و صرف، فلسفہ، ہیئت وفلکیات، ریاضی، کیمسٹری اور فزکس وغیرہ کی تعلیم دی جاتی تھی پھر اس کے بعد کسی بھی فن میں اختصاصی تعلیم کا نظم تھا۔ آج بھی سرکاری سطح پر جو تعلیم دی جاتی ہے ثانویہ تک کے مرحلے میں اس بات کا خاص خیال رکھا گیا ہے کہ وقت کے ضروری علوم سے طلبہ کو روشناس کرا دیا جائے۔ قوم مسلم کے ۹۸٪ فیصد بچے اسکولوں اور کالجوں میں جاتے ہیں صرف ۲٪ فیصد مدارس میں آتے ہیں ان میں بھی ۹۰٪ فیصد طلبہ کا تعلق غریب گھرانوں سے ہوتا ہے وہ اس قابل نہیں ہوتے کہ مہنگی فیس کے ساتھ اسکولوں میں تعلیم حاصل کر سکیں۔

اب مدارس ایسے طلبہ پر محنت صرف کر کے ان کو تعلیم یافتہ اور ملک کا اچھا شہری بنانے کا کام کرتے ہیں اب دینی علوم کے نام پر اس دو فیصد کو بھی عصری علوم میں الجھا دیا جائے تو پھر دین کا اللہ ہی حافظ ہے۔ بڑی معذرت کے ساتھ عصری دانش گاہوں کے اصلاح پسند طبقہ سے درخواست ہے کہ وہ ۹۸٪ فیصد طلبہ کے لیے اپنے ذوق کے مطابق عصری علوم کے اسکول قائم کریں اور ان کو ڈاکٹرز، انجینئرز، سیاست داں اور سائنس داں بنائیں، اور ان کے اندر دینی خدمت کا جذبہ بھی پیدا کریں تو یہ وقت کی بہت بڑی ضرورت کو پورا کرنا سمجھا جائے گا۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مذہبی تعلیم کے ساتھ ان علوم کا انضمام کس قدر اور کس طرح ہونا چاہیے کہ ایک عالم دین زمانے کے مقتضیات کو اچھی طرح پورا کر سکے۔ یہ ایک قابل غور مسئلہ ہے۔ ان عصری علوم کا انضمام اتنی ہی مقدار میں ہونا چاہیے کہ جس سے دینی علوم کے مضامین متاثر نہ ہوں اور یہ انضمام اس طرح ہونا چاہیے کہ یہ دینی علوم کی ضرورت بن کر دینی مضامین کے نصاب میں جذب ہو جائیں۔ خاص بات یہ کہ دونوں مضامین کے درمیان جو گہرا تعلق اور معنوی رشتہ قائم ہے اسے بھی صراحت کے ساتھ بیان کیا جائے۔

علم ریاضی: اسے درجۂ اعدادیہ سے درجۂ رابعہ تک شامل نصاب ہونا چاہیے اور الجبرا و جیومیٹری تک کی تعلیم ہر حال میں دی جانی چاہیے۔

ہندی زبان: اسے درجۂ اعدادیہ سے درجۂ اولی تک شامل نصاب ہونا چاہیے۔

انگریزی زبان و ادب: اسے درجۂ اولی سے درجۂ فضیلت تک شامل نصاب ہونا چاہیے۔

جغرافیہ وسائنس: اسے درجۂ اعدادیہ سے درجۂ رابعہ تک شامل نصاب کیا جائے۔

ہیئت وفلکیات اور توقیت: انھیں درجۂ رابعہ سے درجۂ سادسہ تک شامل نصاب رکھا جائے۔ ان علوم کی تدریس باضابطہ لیب کی مدد سے ہونی چاہیے۔ ان کے تین یونٹ بنائے جائیں۔ ان تینوں علوم کو پڑھانے کے لیے جدید طرز پر لکھی جانے والی کتابوں سے مدد لی جائے۔ اور تدریس میں قوت سمعیہ وبصریہ دونوں کا استعمال یکساں طور پر کیا جائے۔

ہم نے ابتدائی چار پانچ سالوں میں علوم جدیدہ کی تحصیل پر اس لیے زور دیا کہ اس کے بعد کے چار سال محض دینی علوم میں اختصاص پیدا کرنے کے لیے رہ جائیں۔

الحمدللہ ہمارے جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ نے عصر حاضر کے تقاضے کو ملحوظ رکھتے ہوئے اپنے جامع نصاب میں ہیئت وفلکیات کو چھوڑ کر مذکورہ تمام مضامین کا احاطہ کر رکھا ہے۔ جامعہ نے اپنے نصاب تعلیم و نظام تدریس میں گذشتہ دو دہائیوں میں بڑی تبدیلیاں کی ہیں۔ منطق وفلسفہ کی منتہی اور غیر ضروری کتابوں کو ہٹا کر ان کی جگہ عصری علوم کو شامل کیا ہے۔ مثلا یہاں درجۂ سابعہ میں کمپیوٹر سائنس اور جدید علم سائنس داخل نصاب ہیں۔ درجۂ خامسہ میں جمہوریہ ہند کا دستور اساسی اور مبادی سیاسیات جب کہ درجۂ سادسہ میں ورلڈ کانسٹی ٹیوشن دو دہائیوں سے شامل نصاب ہیں۔ اسی طرح انگریزی زبان کو درجۂ ثانیہ سے درجۂ فضیلت تک لازمی مضمون کے طور پر شامل درس کیا گیا ہے۔

**سائنس science** لاطینی زبان کا لفظ ہے جس کا معنی علم ہوتا ہے۔ عربی میں لفظ علم سائنس کے مترادف ہے۔ ماضی میں مسلم اقوام نے سائنسی میدان میں وہ کارہائے نمایاں انجام دیے ہیں کہ جن کے ذکر کے بغیر جدید سائنس کے ارتقا کا سفر شروع نہیں ہوسکتا۔ آج یہ جدید سائنس مسلمانوں کے لیے ایک اجنبی علم بنی ہوئی ہے جس کو حاصل کرنے کے لیے وہ آکسفورڈ، کیمبرج، برطانیہ، ہارورڈ (امریکہ)، اٹلی، جاپان اور فرانس کا سفر کر رہے ہیں۔ کل وہ لوگ ان علوم کی تحصیل کے لیے ہمارے مراکز علم قرطبہ، غرناطہ، اشبیلیہ، سسلی، بغداد، دمشق اور فلسطین کا سفر کیا کرتے تھے۔ مغرب کا نامور مؤرخ اور محقق رابرٹ بریفالٹ Robert Briffault اس حقیقت کا تذکرہ یوں کرتا ہے۔

It is highly probable that but for the Arabs, modern European civilization never have assumed that...... character which has enabled it to transcend all previous phases of evolution. For although there is not a single aspect of European growth in which the decisive influence of Islamic culture is not traceable, nowhere is it so clear and momentous as in the genesis of that power which constitutes the paramount distinctive force of the modern world and the supreme source of its victory, natural science and the scientific spirit. What we call science arose in Europe as a result of a new spirit of enquiry, of new methods of investigation, experiment, observation and measurement of the development of mathematics in a form unknown to the Greeks. That spirit and those methods were introduced into the European world by the Arabs.[1]

”اس بات کا غالب امکان ہے کہ عرب مشاہیر سے خوشہ چینی کیے بغیر جدید یورپی تہذیب دورِ حاضر کا وہ ارتقائی نقطۂ عروج کبھی حاصل نہیں کر سکتی تھی جس پر وہ آج فائز ہے۔ یوں تو یورپی فکری نشوو نما کے ہر شعبے میں اسلامی ثقافت کا اثر نمایاں ہے لیکن سب سے نمایاں اثر یورپی تہذیب کے اس مقتدِر شعبے میں ہے جسے ہم تسخیرِ فطرت اور سائنسی وِجدان کا نام دیتے ہیں۔ یورپ کی سائنسی ترقی کو ہم جن عوامل کی وجہ سے پہچانتے ہیں وہ جستجو، تحقیق، تحقیقی ضابطے، تجربات، مشاہدات، پیمائش اور حسابی مُوشگافیاں ہیں۔ یہ سب چیزیں یورپ کو معلوم تھیں اور نہ یونانیوں کو، یہ سارے تحقیقی اور فکری عوامل عربوں کے حوالے سے یورپ میں متعارف ہوئے۔“

جوزف شاخت (Joseph Schacht) اسی حقیقت کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے:

There is no doubt that the Islamic sciences exerted a great influence on the rise of European science; and in this Renaissance of knowledge in the west there

(1) Dr. Robert Briffault, Rational Evolution: The Maker of Humanity. P.190-191

was no single influence, but diverse ones; the main influence was of course, from Spain, then from Italy and Palestine through the crusaders, who had mixed with Muslims and seen the effect of sciences in Muslim culture.(1)

”اِس اَمر میں قطعی کوئی شبہ نہیں کہ یورپ کی سائنسی فکر پر اِسلامی سائنسی فکر کا گہرا اَثر مرتب ہوا۔ مغرب کی اِس علمی نشاۃِ ثانیہ پر دِیگر کئی اَثرات بھی مرتب ہوئے۔ مگر بنیادی طور پر سب سے گہرا اَثر اندلس (Spain) سے آیا، پھر اٹلی اور فلسطین کی جانب سے اَثرات مرتب ہوئے کیوں کہ صلیبی جنگوں نے مغربی ممالک کے لوگوں کو فلسطینی مسلم ثقافت اور سائنسی اُسلوب سے رُوشناس کرایا“۔

وِل ڈیورانٹ (Will Durant) نے مسلم تہذیب و ثقافت کے مغرب میں منتقلی کی تصریح کئی واقعات سے کی:

The first paper-manufacturing plant is Islam was opened at Baghdad in 794 by Al-Fadl, son of Harun's Vezier. The craft was brought by the Arabs to Sicily and Spain, and there passed into Italy and France.(2)

”اسلام کا پہلا کاغذ سازی کا پلانٹ ۷۹۴ء میں بغداد میں ہارون کے وزیر کے بیٹے الفضل نے لگایا۔ عرب یہ فن یہاں سے سسلی اور سپین لائے۔ اور یہاں سے یہ فن اٹلی اور فرانس منتقل ہوا۔“

## سائنس کی تدریس:

مدارس اسلامیہ میں سائنس کو دو حصوں میں بانٹ کر پڑھایا جانا چاہیے۔

**پہلی یونٹ: قدیم سائنس** **دوسری یونٹ: جدید سائنس**

پھر ان میں سے ہر ایک کے دو پہلو ہیں۔

نظری سائنس (theoretical science)۔ انطباقی سائنس (applied science) نظری سائنس عالم فطرت میں کروڑوں سال سے جاری طبیعی قوانین کی دریافت کا نام ہے۔ نظری سائنس میں تحقیقات کے ذریعے عالم فطرت کے ان مخفی قوانین کا ایک حصہ دریافت ہوا ہے جس کو قرآن میں آیات اللہ کہا گیا ہے۔ ان قوانین کی دریافت کا یہ فائدہ ہوا کہ دین خداوندی کے معتقدات مسلّمہ انسانی علم کی بنیاد پر ثابت شدہ حقیقت بن گئے۔ اور انطباقی سائنس کے ذریعے موجودہ زمانے کو جدید ٹکنالوجی حاصل ہوئی۔

پہلی یونٹ میں عہد وسطی میں مسلم سائنس دانوں کے ذریعے آٹھویں صدی ہجری سے لے کر پندرہویں صدی عیسوی تک جو ایجادات وانکشافات ظہور میں آئے۔ اور جن سائنسی علوم وفنون کو مسلمانوں نے فروغ دے کر انتہائے کمال کو پہونچایا ان پر اسباق شامل کیے جائیں تاکہ مسلم عہد حکومت میں سائنسی علوم کی ترقی کے لیے کی جانے والی کوششوں کا اندازہ لگایا جاسکے۔ اور مسلمان اپنے شاندار ماضی سے سبق لے کر حال اور مستقبل کو اس کے مطابق کرنے کی کوشش کریں۔

یہاں اختصار کے ساتھ مسلمان سائنس دانوں کے ذریعے سائنس کے مختلف شعبوں میں کی جانے والی دریافتوں اور تحقیقات کا ہم جائزہ لیتے ہیں۔

اندلس کے عظیم مسلمان سائنس داں ابن رشد جسے مغرب میں Averroes کے بدلے ہوئے نام سے یاد کیا جاتا ہے، نے سورج کی سطح کے دھبوں (Sunspots) کو پہچانا۔ Gregorian کیلینڈر کی اصطلاحات عمر خیام نے مرتب کیں۔(۳) خلیفہ مامون رشید کے زمانہ میں زمین کے محیط کی پیائش عمل میں آئی جن کے نتائج کی درستگی آج کے ماہرین کے لیے بھی حیران کن ہیں۔ انھوں نے ماہرین فلکیات کو متعین کیا کہ وہ تحقیق کریں، بطلیموس کے نتائج کو پرکھیں۔ زمین کو گول تصور کرتے ہوئے انھوں نے زمین کی گولائی کے درجے کی پیائش 56.66 میل بیان کی۔ اس کے لیے انھوں نے پالیمرا اور سنجر کے مقام سے سورج کے مقام کا یقین کیا۔ ان کی پیائش ہماری موجودہ پیائش سے صرف نصف میل زیادہ ہے۔ انھوں نے زمین کا محیط تقریباً بیس ہزار (۲۰۰۰۰) میل بیان کیا۔(۴)

## ریاضی، الجبرا، جیومیٹری (Mathematics, Algebra, Geometry)

حساب، الجبرا اور جیومیٹری کے میدان میں الخوارزمی کا شمار مؤسسین علم میں سے ہوتا ہے۔ علم الحساب میں algorism یا algorithm کا لفظ الخوارزمی (al-Khwarizimi) کے نام سے ہی ماخوذ ہے۔ ان کی کتاب الجبر والمقابلہ کا بارہویں صدی عیسوی میں عربی سے لاطینی زبان میں ترجمہ کیا گیا۔ یہ کتاب سولہویں صدی تک یورپ کی

(1) Joseph Schacht, The Leacy of Islam. P.426
(2) Will Durant, the Age of Faith. P.236
(3) Will Durant, the Age of Faith. P.309
(4) Will Durant, the Age of Faith. P.242

یونیورسٹیوں میں بنیادی نصابی کتاب (text book) کے طور پر پڑھائی جاتی رہی۔ اور اسی سے عالم مغرب میں الجبرا متعارف ہوا۔[1] اس کتاب میں تفرّق کے معکوس (Integration) اور مساوات (equation) کی آٹھ سو سے زائد مثالیں دی گئی تھیں۔ اسی طرح صفر (Zero) کا تصور مغرب میں متعارف ہونے سے کم از کم ۲۵۰ سال پہلے مسلمانوں میں متعارف تھا۔ ابن البناء المراکشی نے ریاضی (Mathematics) کی مختلف شاخوں پر ۷۰ کتابیں تصنیف کی تھیں جو بعد ازاں اس علم کا اساسی سرمایہ بنیں۔[2] الخوارزمی نے کتاب الحساب لکھ کر اعداد کے نظام کی مشکلات کو ہمیشہ کے لیے ختم کردیا۔[3] اس نے اپنی تصنیف کتاب الجمع و التفریق میں حسابی عمل کے قواعد و ضوابط وضع کیے۔[4]

علم ریاضی کی اہمیت ہماری زندگی میں اتنی زیادہ ہے کہ اس کے بغیر سائنسی اور فکری ارتقا کا سفر شروع نہیں ہوسکتا۔ جتنے بھی بڑے بڑے سائنسی دماغ گزرے ان سب نے ریاضی میں غیر معمولی مہارت حاصل کی تھی۔ کیوں کہ ریاضی انسان کو سوچنے کا ایک نیا زاویہ دیتا ہے۔ اس میں ذہنی ورزش کا عمل زیادہ ہے۔ یہ علم انسان کی سوچ کی رفتار کو تیز کرتا ہے۔ اس کے نتائج قطعی ہوتے ہیں۔ مدارس اسلامیہ میں ریاضی کے تعلق سے بہت زیادہ بے اعتنائی برتی جارہی ہے۔ یہ علم جتنی توجہ کا مستحق تھا ہم اس پر وہ توجہ نہیں دے سکے۔ ابتدائی ایک آدھ درجوں میں اس کی تدریس زندگی کے مسائل حل کرنے کے لیے کافی نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علم المیراث میں پچاس فیصد طلبہ ریاضی سے عدم واقفیت کے سبب صحیح مسئلہ نہیں بناپاتے۔ اسلام نے میراث کے علم کو نصف دین کہا ہے کیوں کہ یہ علم الحقوق ہے اور یہ منحصر ہے ریاضی پر۔

ہمیں طلبہ کو صرف جمع و تفریق اور فیصد نکالنے تک ہی محدود نہیں رکھنا چاہیے بلکہ درجۂ رابعہ تک اس کو جبر و مقابلہ و جیومیٹری کا پورا علم پڑھانا چاہیے۔ تاکہ وہ دینی علوم میں بھی اجتہادی بصیرت پیدا کرسکے۔

## علم بصریات (Optics Science)

علم بصریات پر مسلم دنیا میں جتنا کام ہوا ہے اتنا کام پوری غیر مسلم دنیا میں آج تک نہیں ہوسکا۔ بصریات کے میدان میں اسلامی سائنسی تاریخ کو غیر معمولی عظمت حاصل ہے۔

اس میدان میں ابن الہیثم کی معرکۃ الآرا کتاب "On Optics" آج اپنے لاطینی ترجمہ کے ذریعے زندہ ہے۔ اس کتاب کا یورپ کی علمی ترقی میں نمایاں کردار ہے۔ ابن الہیثم نے تاریخ میں پہلی مرتبہ عدسوں (Lenses) کی تکبیری طاقت (magnifying power) کو دریافت کیا۔ ابن الہیثم نے ہی یونانی نظریۂ بصارت کو رد کرکے دنیا کو جدید نظریۂ بصارت سے روشناس کرایا۔ اور ثابت کیا کہ روشنی کی شعاعیں آنکھوں سے نہیں پیدا ہوتی ہیں۔ بلکہ بیرونی اجسام (external objects) کی طرف سے آتی ہیں۔

الغرض ان کے کام نے نہ صرف Witelo, Roger Bacon اور Peckham جیسے قدیم سائنس دانوں کو متاثر کیا بلکہ دور جدید میں Kepler اور Newton کا تحقیقی کام بھی ان کی تحقیقات اور فراہم کردہ سائنسی بنیادوں پر استوار ہے۔[5]

## علم المیقات (علم توقیت) Time keeping:

سورج اور چاند کی گردش، سورج گرہن اور علم المیقات کے بارے میں غیر معمولی سائنسی معلومات البتّانی اور البیرونی جیسے مسلم سائنس دانوں نے فراہم کیں۔ البتانی (۸۷۷ء-۹۱۸ء) اور البیرونی (۹۷۳ء-۱۰۵۰ء) نے شہروں کا طول البلد و عرض البلد متعیّن کرکے پنج وقتی نمازوں کے لیے کیلنڈر وضع کیے۔ یہ کام بھی آج سے گیارہ سو سال قبل انجام دیا گیا۔[6]

علم ہیئت و فلکیات (Astronomy) اور علم نجوم (Astrology) میں اندلس کے مسلمان سائنس داں علی بن خلاف اندلسی اور مظفر الدین طوسی کی خدمات بڑی تاریخی اہمیت کی حامل ہیں۔

ان سے بھی بہت پہلے تیسری صدی ہجری میں قرطبہ (Cordoba) کے عظیم سائنس داں، عباس ابن فرناس نے دنیا کا سب سے پہلا ہوائی جہاز بناکر اڑایا۔ عباس ابن فرناس نے اپنے گھر میں ایک کمرہ تیار کر رکھا تھا جو دور جدید کی سیارگاہ (Planetarium) کی بنیاد بنا۔ اس میں ستارے، بادل، بجلی کی گرج

(1) Will Durant, the Age of Faith.
(2) Berggren- J.L. Episodes in the Mathmatics of Medievel Islam.
(۳) طوقان قدری. تراث العرب العلمي في الرياضيات والفلك.
(۴) عبدالحليم منتصر، تاريخ العلم و دور العلماء في العرب في تقدمه.

(5) Henry Smith Williams, A history of science Part-11.
(6) Philip Hitti, History of the Arabs. P.373-378

اور چمک جیسے مظاہر فطرت کا بخوبی مشاہدہ کیا جاسکتا تھا۔[1]

## دوسری یونٹ جدید سائنس:

اس میں یونٹ میں علم کا مرکز مسلم دنیا سے اٹلی اور یورپ منتقل ہوجانے کے بعد مغرب کے زیر اثر جو علمی و فکری ترقیاں رونما ہوئیں ان کو پڑھایا جائے۔ اور اس وضاحت کے ساتھ کہ یہ وہی علم ہے جس کو مسلمانوں نے اپنے دور عروج میں اس حد تک ترقی دی اور اب اس کی جدید شکل یہ ہے۔ یہ اس لیے ضروری ہے کہ مغرب کی یہ تمام تر ترقی مسلمانوں کے علوم کے یورپ منتقلی کے بعد ہوئی ہے۔ اور انگریز سائنس دانوں نے انھیں علوم کو نئی اصطلاحوں میں ڈھال کر مزید تسہیل و تبیین کے ساتھ دنیا کے سامنے پیش کردیا ہے جس سے علمی دنیا نے یہ سمجھا کہ یہ ساری ایجادات از خود مغرب کی دین ہیں۔ جب کہ حقیقت اس سے مختلف ہے۔

دوسری یونٹ کے پہلے حصے میں نظریاتی سائنس جب کہ دوسرے حصے میں انطباقی سائنس کے بارے میں پڑھایا جائے۔

نظریاتی سائنس میں وجود کائنات۔ نظریۂ بگ بینگ (Big Bang) حیاتیاتی ارتقا کا نظریہ۔ جاذبیت، کشش ثقل، نظریۂ اضافیت (theory of relativity)، اور قیامت وغیرہ کے نظریات بہت ہی اہم ہیں۔

اس کے تیسرے یونٹ میں انیسویں صدی سے بیسویں صدی کے اندر پیدا ہونے والے ان نظریات کو بھی پڑھایا جاسکتا ہے جنھوں نے موجودہ انسانی دنیا پر گہرے اثرات مرتب کیے۔ مثلاً ڈراونزم، کمیونزم، مارکسزام، سوشلزم اور مٹیریل ازم وغیرہ

## قرآنی علم کلام:

یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ جدید سائنس کی بنیاد مشاہدات پر ہے مفروضات پر نہیں۔ تجربات پر ہے خیالات پر نہیں۔ جدید سائنس کی تحقیق کا موضوع فطرت (نیچر) ہے فاطر نہیں۔ مخلوق ہے خالق نہیں۔ مصنوعات ہیں صانع نہیں۔ سائنس مطالعۂ فطرت "Study of nature" کا نام ہے۔ سائنس کا موضوع ان مظاہر فطرت میں جاری طبعی قوانین کی دریافت ہے۔ اس کا موضوع خالق کی دریافت نہیں ہے۔ اگر تخلیق کے ساتھ ہی اس کا موضوع خالق کی دریافت ہوتا تو یقینا وہ ایک خدا کا اعتراف بہت پہلے کرچکے ہوتے۔ مگر مصنوعات میں غور و فکر اور مخلوقات پر ریسرچ و تحقیق نے سائنس دانوں کو ایک ناگوار سچائی کے اعتراف کرنے پر مجبور کردیا ہے۔ اب وہ ایک ناقابل تردید حقیقت کی طرف بڑھتے چلے آرہے ہیں۔ Creation پر تحقیق نے ان کو Creator سے بہت قریب کردیا ہے۔ وہ سچائی یہ ہے کہ یہ کائنات ایک نہایت محکم کائنات ہے اس کائنات کے اندر حیرت انگیز حد تک ہم آہنگی اور نظم پایا جاتا ہے۔ کائنات اتنی منظم ہے کہ اس کے موجودہ ڈھانچے میں معمولی تبدیلی بھی اس کو درہم برہم کرنے کے لیے کافی ہے۔ مثال کے طور پر ساری کائنات ایٹم سے بنی ہوئی ہے اور ہر ایٹم نیوٹران اور پروٹان کا مجموعہ ہے۔ نیوٹران کسی قدر وزنی ہوتا ہے اور پروٹان کسی قدر ہلکا۔ یہ تناسب بے حد اہم ہے۔ کیوں کہ اگر اس کا الٹا ہو، یعنی پروٹان بھاری اور نیوٹران ہلکا تو معلوم قوانین کے مطابق ایٹم کا وجود باقی نہ رہے گا۔ جب نیکلیس نہ ہوگا تو ایٹم بھی نہ ہوگا اور جب ایٹم نہ ہوگا تو کیمسٹری بھی نہیں ہوگی اور جب کیمسٹری نہیں ہوگی تو زندگی بھی نہیں ہوگی۔

اس مثال سے آپ نے اندازہ لگالیا ہوگا کہ موجودہ سائنس ناقابل حل سوالات سے دوچار ہے۔

عقلی موقف کے اعتبار سے دوسری اہم بات یہ ہے کہ نظم کا تصور ناظم کے بغیر نہیں ہوسکتا۔ جہاں نظم ہے وہاں ایک ناظم ضرور ہے۔ ناظم کے بغیر نظم کا تصور، عقلی اعتبار سے محال ہے۔ نظم کی موجودگی ایک مجبورانہ منطق (Compulsive Logic) پیدا کرتی ہے۔ وہ منطق یہ ہے کہ کسی عذر کے بغیر ناظم کی موجودگی کا اقرار کیا جائے۔

کیا یہ ممکن ہے کہ پتھر کے کسی اسٹیچو نے اپنے آپ کو بامعنی طور پر خود ڈیزائن کرلیا ہوگا؟ اس کائنات میں ہر شی ایک محکم قانون طبیعی کا پابند ہے۔ اس کائنات میں بلین کہکشائیں ہیں اور ہر کہکشاں کے اندر دو سو بلین سیارے ہیں جو اپنے اپنے مدار میں گردش کناں ہیں۔ سورج زمین سے نوکروڑ انتیس لاکھ میل کی دوری پر ہے اور زمین تقریباً ڈھائی لاکھ میل کی دوری پر۔ اس کے برعکس اگر سورج زمین سے دو کروڑ میل نیچے کے فاصلے پر آجائے تو یقینا یہ زمین جل کر راکھ ہوجائے گی اور ہر ذی روح کے لیے ناقابل رہائش ہوجائے گی۔ وہ کون سی طاقت ہے جس نے سورج کو اپنے مدار میں اور چاند کو اپنے مدار میں اور اربوں سیاروں کو آپس میں تصادم سے روک رکھا ہے۔ یہ محکم قوانین جو کائنات کو منظم طور پر کنٹرول کررہے ہیں وہ کہاں سے آئے۔ مذہب اور جدید سائنس کائنات کا جو تصور پیش کرتے ہیں وہ کائنات کے علاوہ ایک ایسی ایجنسی کا تقاضہ کرتے ہیں جو کائنات کے

(1) The Encyclopedia al Islam, A.J. Brill, Leiden, 1965- Vol.1, P.11

باہر سے کائنات کا نظم کر رہی ہو۔

سائنس داں مظاہر فطرت پر صدیوں کی تحقیق کے بعد جس نتیجے پر پہونچے ہیں قرآن اسی کو چودہ سو برس پہلے اس طرح بیان کرتا ہے:

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ اخْتِلَافِ الَّیْلِ وَ النَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ (۱)

بے شک آسمان و زمین کی تخلیق اور رات و دن کے آنے اور جانے میں عقل والوں کے لیے نشانیاں ہیں۔

یہی بات سورۃ البقرہ میں کہی گئی ہے۔ اس آیت میں مظاہر فطرت کی تخلیق اور رات و دن کے آنے اور جانے میں کون سا طبعی قانون کام کر رہا ہے اس پر غور و فکر کی دعوت دی گئی ہے۔ پھر کہا گیا اس میں عقل والوں کے لیے نشانیاں ہیں کہ آسمان و زمین کی تخلیق پر ریسرچ و تحقیق کے بعد اس کے خالق کی معرفت حاصل کریں کیوں کہ کوئی بھی مصنوع بغیر صانع کے وجود میں نہیں آتا۔ اس طرح رات و دن کی گردش مسلسل توازن اور تسلسل کے ساتھ ایک محکم نظام کی پابندی کے ساتھ ہو رہی ہے آخر وہ کون سی ذات ہے جس نے گردش لیل و نہار میں اس قانون کو جاری کر رکھا ہے۔ جب انسان اس پر غور کرے گا تو وہ خدا تک پہونچ جائے گا۔

قرآن نے ہی خالص عقلی سطح پر مذہب اور الہیات کی تفہیم کے لیے محکم اساس فراہم کیا ہے صرف اس کو منطبق کر کے جدید علم کلام کی تدوین کا کام باقی رہ گیا ہے۔ یہ عصر تقاضہ کرتا ہے کہ آج کے متکلمین اس کام کو انجام دیں۔

البرٹ آئن اسٹائن (وفات ۱۹۵۵ء) کو بیسویں صدی کا سب سے بڑا سائنسی دماغ تسلیم کیا جاتا ہے۔ آئن اسٹائن نے کائنات کا تفصیلی مطالعہ کیا۔ اس نے کائنات کے ہر حصے میں حیرت ناک حد تک معنویت (meaning) پائی۔ یہ دیکھ کر اس نے کہا کہ عالم فطرت کے بارے میں سب سے زیادہ ناقابل فہم بات یہ ہے کہ وہ قابل فہم ہے:

The most incomprehensible fact about nature is that it is comprehensible.[۲]

آئن اسٹائن اپنے اس قول میں بالواسطہ طور پر خدا کے وجود کا اقرار کر رہا ہے۔ اگر اس کے اس قول کو بدل کر کہا جائے تو اس طرح ہوگا: ”خدا کے بغیر عالم فطرت مکمل طور پر ناقابل فہم رہتا ہے اور خدا کے ساتھ عالم فطرت مکمل طور پر قابل فہم بن جاتا ہے“۔

سائنس داں اگر چہ اپنے مخصوص مزاج کے سبب خدا (God) کا لفظ بولنے سے احتراز کرتے ہیں لیکن نام کے بغیر وہ اس حقیقت کا اعتراف کرنے پر مجبور ہیں۔

عقائد اسلامیہ کے باب میں جو کتابیں آج مذہبی درسگاہوں میں پڑھائی جاتی ہیں ان میں بیشتر وہ ہیں جو عہد عباسی میں یا اس کے بعد لکھی گئی ہیں۔ ان کتابوں میں استدلال اور بحث کا اسلوب قدیم فلسفیانہ طرز فکر پر مبنی ہے یہ قاصر ہے کہ آج کے عقلیت پرست انسانوں کو عقلی بنیادوں پر مطمئن کر سکے۔ آج کا سائنسی عصر تقاضا کرتا ہے کہ آج کے متکلمین اسلام جدید علم کلام کو سائنسی طرز استدلال پر مدون کریں۔ باب الہیات، نبوت، وحی، قرآن اللہ کا کلام ہے، بعث بعد الموت، قیامت، فرشتے اور علم غیب جیسے مباحث کو جدید سائنسی دلائل کے ساتھ قطعی طور پر مرتب کیا جا سکتا ہے جس کی ایک مثال باب الہیات میں گزر گئی۔

## علم غیب کی عقلی تفہیم:

قدیم زمانے میں علم غیب کو صرف ایک دینی عقیدہ کے طور پر سمجھا جا سکتا تھا۔ بغیر کسی مادی آلہ کے دور دراز مقام پر رہتے ہوئے بھی ہزاروں کلومیٹر کی دوری سے کسی کی گفتگو سن لینا اور اس کو دیکھ لینا۔ یہ بہت ہی پراسرار معاملہ بنا ہوا تھا جس کی عقلی توجیہ ممکن نہ تھی لیکن بیسویں صدی میں مواصلات کی حیرت انگیز ایجادات نے اس حقیقت کا سمجھنا فہم سے قریب کر دیا ہے۔ آج موبائل اور ٹیلیفون کے ذریعے بغیر کسی محسوس تار کے گھر بیٹھ کر انسان ہزاروں میل دوری پر بیٹھے شخص سے بات کر رہا ہے نہ صرف سن رہا ہے بلکہ اسے دیکھ بھی رہا ہے۔ وہ کون سی ایسی چیز ہے جس نے حجابات کو اٹھا دیا ہے۔ جب ایک انسان مادی چیزوں پر توانائی صرف کر کے کائنات میں پھیلے ہوئے خدا کے نور کو مسخر کر کے دور بیٹھے شخص سے بات چیت کر سکتا ہے تو اللہ تعالی کے بندے اس کائنات میں پھیلے ہوئے اس کے مخصوص برقی کرنٹ کے ذریعے کیوں نہیں دور تک دیکھ سکتے ہیں۔ عالم غیب کے پردوں میں کیوں کر نہیں جھانک سکتے ہیں۔

علم کلام کی قدیم کتابوں میں جن فرقوں کا رد پایا جاتا ہے آج وہ فرقے روئے زمین پر کہیں بھی موجود نہیں ہیں مثلاً معتزلہ، کرامیہ، اسمٰعیلیہ وغیرہ۔ بلکہ ان کی جگہ نئے فرقے ظہور میں آ چکے ہیں۔ دہریہ، نیچریہ، قادیانیہ اور موجودہ خارجیہ ارہابیہ وغیرہ ان فرقوں کے عقائد اور ان کے دلائل کا علم کلام کی کتابوں میں تفصیلی طور پر جائزہ لینے کی ضرورت ہے۔

☆☆☆☆

(۱) آل عمران، آیت ۱۹۰

(2) A most incomprehensible thing, Albert Einstein.

## کیا فرماتے ہیں مفتیانِ دین/سوال آپ بھی کرسکتے ہیں

# آپ کے مسائل

مفتیِ اشرفیہ مفتی **محمد نظام الدین رضوی** کے قلم سے

### باپ کے بعد بیٹا سربراہ ہوا تو وہ اپنی والدہ کو مدرسے کی رہائش گاہ میں رکھ سکتا ہے؟

زید جو کہ ایک سنی عالم دین تھے اور طویل مدت تک ایک ادارہ میں شیخ الحدیث اور ادارہ کی سربراہی کے فرائض بھی انجام دے رہے تھے، ادارے نے زید کے مشاہرے کے علاوہ ان کی رہائش بھی اپنی کفالت میں لے رکھی تھی۔

اب جب کہ زید کا انتقال ہو چکا ہے اور ادارے کی کمیٹی نے ان کے ایک فرزند کو ادارہ کا سربرا منتخب کیا ہے جو بلا معاوضہ اور بلا کسی تنخواہ کے ادارہ کی سربراہی کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ نئے سربراہ کی والدہ ماجدہ اور زید کی اہلیہ محترمہ کی اگر ادارہ کچھ ماہانہ مالی خدمت کرنا چاہے اور زید کی رہائش گاہ میں زید کی اہلیہ محترمہ کو رہائشی سہولت دینا چاہے تو کیا ایسا کرنا شرعاً جائز ہوگا؟ براے کرم اس بارے میں شریعت مطہرہ کا کیا مسئلہ ہے بیان فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

### الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نئے سربراہ اگر سابق سربراہ زید کی رہائش گاہ میں سکونت اختیار کریں اور اپنی والدہ ماجدہ کی دیکھ ریکھ کے لیے تو یہ شرعاً جائز ہے، اس میں کوئی حرج نہیں کہ ماں کی خدمت، دیکھ ریکھ، دل جوئی اولاد کے ذمہ فرض ہے۔ ارشادِ باری ہے: وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا.

اور سابق سربراہ نے اپنی رہائش گاہ میں اپنے ساتھ رکھا، یہ بھی جائز تھا کہ شوہر کو حکم ہے کہ بیوی کو اپنے ساتھ رکھے۔ ارشاد باری ہے:

وَ اَسْکِنُوْهُنَّ مِنْ حَیْثُ سَکَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِکُمْ.

(الآیۃ:۶/الطلاق-۶۵)

لیکن تنہا وہ مدرسہ کی عمارت یا سربراہ کی رہائش گاہ میں مستقل سکونت نہیں اختیار کر سکتیں کہ وہ رہائش گاہ جس غرض کے لیے تعمیر ہوئی ہے اسے اسی غرض میں استعمال کرنا جائز ہے اور اس کے سوا دوسری غرض میں استعمال کرنا جائز نہیں۔ اور ظاہر ہے کہ سربراہ کی رہائش گاہ میں ان کی والدہ یا زوجہ کو مستقل رہائشی سہولت دینا غرض معہود کے خلاف ہے، اس لیے ناجائز ہے۔ جس غرض کے لیے تعمیر ہوئی ہے، اسے اسی غرض میں میں استعمال کرنا جائز ہے اور اس کے سوا دوسری غرض میں استعمال کرنا جائز نہیں اور ظاہر ہے کہ سربراہ کی رہائش گاہ میں ان کی والدہ یا زوجہ کو مستقل رہائشی سہولت دینا غرض معہود کے خلاف ہے اس لیے ناجائز ہے۔

یوں ہی ادارہ اپنے فنڈ سے ان کی ماہانہ مالی خدمت کرے یہ بھی جائز نہیں کیوں کہ ادارے کا فنڈ جن اغراض و مقاصد کے لیے خاص ہے انھیں اغراض و مقاصد میں اس کا استعمال واجب ہے اور ان کے خلاف کسی اور غرض یا مقصد میں اس کا استعمال جائز نہیں اور ظاہر ہے کہ سابق سربراہ کی بیوی کی مالی خدمت فنڈ کے اغراض و مقاصد سے نہیں لہٰذا اس سے ان کی خدمت نہیں کی جا سکتی، فقہا فرماتے ہیں: مراعاۃ غرض الواقفین واجبۃ –

حل کی راہ یہ ہے کہ مدرسہ کے ذمہ داران اور تنظیمیں اور ارباب خیر اپنے طور پر ان کی خدمت کریں، یہ بڑے اجر و ثواب کا کام ہے اور چاہیں تو مدرسہ میں ایک شعبہ اس طرح کی خواتین کے لیے قائم کر کے الگ سے اس کا فنڈ رکھیں اور حسب حاجت انھیں اس میں سے ماہانہ وظیفہ پیش کرتے رہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

### حالتِ صحت میں رخصتِ علالت لینا کیسا ہے؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مدرس اپنے نجی کام سے باہر جاتے ہیں، چھٹی کا ان کو استحقاق نہیں ہے۔ تو وہ میڈیکل سرٹیفکیٹ دے کر چلے جاتے ہیں۔ میڈیکل سرٹیفکیٹ میں ڈاکٹر صاحب

نے آرام کا مشورہ دیا ہے۔ یہ مدرس ہزاروں میل دور سفر پر چلے جاتے ہیں ۔ اس طرح ان ایام کی تنخواہ ان کے لیے حاصل کرنا جائز ہے یا نہیں ۔ یہ مدرس حافظ ، مولوی ، عالم اور فاضل بھی ہیں ۔ ان کا کردار ایک مشہور زمانہ دارالعلوم کے لیے جہاں سے یہ فارغ التحصیل ہیں بدنما داغ ہے یا نہیں ؟ شریعت مطہرہ میں ایسے علما کا کیا حکم ہے ؟

## الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(ا)-سوال کا یہ جملہ کہ ”چھٹی کا ان کو استحقاق نہیں ہے“ تشریح طلب ہے، کیا اس کا یہ مطلب ہے کہ ”مدرسہ سے مدرسین کو چھٹی لینے کا حق نہیں ہے“ یا مطلب ہے: کہ ”جتنی چھٹی لینے کا حق تھا وہ لے چکے اب مزید چھٹی لینے کا حق نہیں ہے“ یا کچھ اور مطلب ہے ؟
مفہوم واضح، غیر مبہم ہو تو اس کا حکم شرعی بتانا آسان ہوتا ہے، سائل کو اس کا لحاظ رکھنا چاہیے۔

جو شخص بیمار نہ ہو اور اپنے کو بیمار جتا کر رخصت حاصل کرے وہ گنہ گار، فاسق ہے کہ یہ جھوٹ بھی ہے اور مدرسہ کے ساتھ فریب بھی اور جھوٹ اور فریب دونوں حرام و گناہ ہیں، جن کی حرمت پر کتاب و سنت کے نصوص شاہد ہیں، اس لیے اساتذہ و ملازمین پر فرض ہے کہ جھوٹ و فریب کے ذریعہ چھٹی نہ حاصل کریں۔

ہاں اگر مدرسہ سے مدرسین کو چھٹی لینے کا حق نہ ہو اور وہ کسی ناگزیر ضرورت سے مجبور ہو کر توریہ کے طور پر ایسا کریں، ساتھ ہی ”غَیۡرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ“ کی رعایت بھی ہو تو خاص اس صورت میں شرعی گنجائش ہے ، ورنہ نہیں ۔ اس کا حل یہ ہے کہ مدرسہ والے اپنے قانون میں کچھ نرمی لائیں اور اساتذہ و ملازمین کو رخصت بامعاوضہ کا حق حسبِ معروف دیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲)- کسی مدرس، حافظ، مولوی، عالم، فاضل کا سائل کی صراحت کے مطابق جھوٹ بولنا فریب دینا پوری ملت کے لیے بدنما داغ ہے کہ یہ لوگ جہاں کسی دار العلوم کے فارغ التحصیل ہیں، وہیں یہ اللہ کے بندے اور رسول اللہ کے امتی بھی ہیں، قرآن حکیم نے جس امت کے لیے فرمایا: ”کُنۡتُمۡ خَیۡرَ اُمَّۃٍ اُخۡرِجَتۡ لِلنَّاسِ“ اس کے کچھ نمائندہ افراد ایسی حرکت کریں، یہ سب کے لیے شرم کی بات ہے، خدائے پاک سب کو فہم سلیم اور بِرّ و تقویٰ کی توفیق دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

## مدرسہ کی زمین پر اسکول کھولنے کا حکم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہم نے ایک عمارت چار پانچ سال قبل عوامی چندے سے خریدی جس کے لیے ہم نے زکوۃ کے ساتھ ساتھ صدقۂ نافلہ وغیرہ وصول کیا، چندہ کرتے وقت اکثر کو یہ بتایا گیا کہ اس عمارت میں مسجد، مدرسۃ المدینہ، جامعۃ المدینہ تربیت گاہ، مکتبہ، اسکول اور ہاسپیٹل وغیرہ قائم کیے جائیں گے ۔ لہٰذا اس عمارت میں پنج وقتہ نماز کے ساتھ ساتھ جامعہ، مدرسہ، مکتبہ، تربیت گاہ وغیرہ قائم ہو چکے ہیں۔ کیا اب میں اسی عمارت میں ایک طرف اسلامی اسکول (جس کا نصاب عام نصاب سے الگ اسلام و سنیت اور شریعت کو ملحوظ رکھ کر بنایا گیا ہے) کھولنے کی اجازت ہوگی ۔ جب کہ اس کے جانے آنے کا راستہ بھی الگ ہوگا۔ جواب باصواب عطا فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

## الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

زکاۃ اور صدقاتِ واجبہ کے مصارف فقرا و مساکین ہیں، ان کے سوا عام مصارف مثلاً مدرسہ و مسجد وغیرہ میں صَرف کرنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ مصرف بجائے خود قربت و کارِ ثواب ہو اور اس کی حفاظت کے لیے تبرعات کی فراہمی بقدر کفایت نہ ہو سکے ، تو بوجہِ مجبوری بقدر ضرورت یہ اجازت ہے کہ زکاۃ کی رقم کا حیلہ شرعیہ کر کے مصرف خیر مثلاً مدرسہ میں صرف کرنا جائز۔ جو چیزیں امورِ دنیا سے ہیں جیسے اسکول اور کتب خانہ برائے تجارت وہ بذاتِ خود قربات سے نہیں اور ان میں صَرف کرنے کے لیے حیلہ شرعیہ کی بھی اجازت نہیں، مگر سوال میں یہ صراحت ہے کہ زکاۃ کے ساتھ صدقۂ نافلہ وغیرہ کی رقم بھی عمارت کی خریداری میں شامل ہے۔ لہٰذا غیر متعیّن طور پر عمارت کا کچھ حصہ صدقات نافلہ کے مقابل ہوگا، اس حصے میں اسکول اور مکتبہ برائے تجارت قائم کرنے کی اجازت ہے، فعلِ مسلم کی تصحیح کے لیے یہاں عمارت کے کچھ حصے کو زکاۃ کے مقابل اور کچھ کو صدقۂ نافلہ کے مقابل مانا گیا ہے اور اس طرح کی تقسیم خود شریعت نے بہت سے امور میں روا رکھی ہے۔

ہاں اسکول اور مکتبہ میں زکاۃ کی رقم صَرف کرنا جائز نہ ہوگا اور نہ اس کے لیے حیلہ اجازت۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ ☆☆☆

# مغربی تہذیب کے چند نمونے

انصار احمد مصباحی

**کسی قوم** کی تہذیب اس کے رہن سہن، اطوار، تعلیم و تربیت اور ترقی کی مکمل تاریخ ہوتی ہے۔ کسی قوم کے اندر موجود اس کی روایتیں اور تہوار خاموشی سے ہماری آنکھوں کے سامنے اپنی ماضی کے پورے ارتقائی سفر کو لاکر کھڑا کر دیتی ہیں۔ تہذیب کے اظہار کا سب سے بڑا ذریعہ تہوار ہوتا ہے۔ دنیا کے کسی نہ کسی گوشے میں ہر دن کوئی نہ کوئی فیسٹیول (تہوار) یا ”یوم“ ضرور سیلیبریٹ کیا جاتا ہے۔

جنم دن، مرن دن، یوم نکاح، یوم طلاق، یوم محبت، یوم نفرت، یوم آزادی، یوم بربادی، یوم خوشی، یوم غم، یوم احمقاں، ملن دن، بچوں کا دن، جوانوں کا دن، یوم ضعیفاں، یوم خواتین، ناریل ڈے، دودھ ڈے، پانی ڈے، کافی ڈے، زعفران ڈے، نیچر ڈے، ارتھ ڈے، برتھ ڈے، مچھلی ڈے، یوم پہاڑ، یوم ہریالی، یوم سیب، یوم بھوک، یوم دولت، اور پھر ڈاکٹر ڈے، نرس ڈے، کینسر ڈے، ملیریا ڈے، جیسے الگ الگ امراض کے ایام، الگ الگ ملکوں کی آزادی کے ایام، شخصیات کے ایام کے علاوہ یوم تعلیم، یوم استاد، یوم جہالت بھگاؤ، یوم سادہ کھانا، یوم بھول بھلیاں، یوم ماحولیات، یوم سیاحت، یوم استراحت، شراب کا دن، سال شروع ہونے کا دن، سال ختم ہونے کا دن وغیرہ وغیرہ سال بھر اتنے ایام منائے جاتے ہیں کہ سال کے ۳۶۵/ دن کم پڑ جاتے ہیں۔ کبھی کبھی تو ایک ساتھ دو متضاد ایام بھی منائے جاتے ہیں، مثلاً ایک ہی گھر میں یوم نکاح بھی منایا جا رہا ہے اور یوم طلاق بھی، کسی کی پیدائش کا دن ہے تو کسی کی وفات کی برسی، صبح کسی کی آزادی کا جشن بہاراں ہے شام کسی کی بربادی کا ماتم کناں۔

یہ سارے ”ایام“ اس بات کی دلیل ہیں کہ آج کے انسان کے پاس پیار، عقیدت، خراج، شفقت، ہمدردی، حقوق اور یاد ماضی کے لیے وقت نہیں؛ وہ سارے حقوق کو ایام کے ساتھ خاص کر دینے کا قائل ہے۔ مثلاً یوم استاد میں استاد کی تعظیم کر لی، یوم خواتین کے موقع پر کسی لیڈیس کو اپنی سیٹ دے دی، یوم مزدور پر کسی غریب کے سر پر ہاتھ پھیر دیا یا یوم پدر کے موقع پر باپ کو ساتھ بٹھا کر عمدہ کھانا کھلا دیا اور بس۔ اس کی ایک چھوٹی سی مثال مغربی ممالک میں ہر سال ۳۱ مئی کو منایا جانے والا World No Tobacco Day ہے، جس میں ۲۴ گھنٹے کے لیے تمباکو سے پرہیز کیا جاتا ہے۔

اللہ کا احسان ہے کہ اسلام کا نظام حیات اتنا پرفیکٹ ہے کہ انسانی حقوق کی ادائیگی کے لیے الگ سے کسی تہوار کے منانے کی ضرورت ہی نہیں پڑتی، اس کے لافانی قوانین پر عمل درآمد سارے حقوق و مراعات کو ادا کر دیتا ہے، لیکن دنیا بھر کو تہذیب و تمدن کا حوالہ دینے والا روشن خیال مغرب خود آج بھی کس تاریک تہذیب میں جی رہا ہے، مضمون پڑھ کر قدرے اس کا اندازہ ہو جائے گا۔ اقبال نے سچ کہا تھا؎

ڈھونڈنے والا ستاروں کی گزرگاہوں کا
اپنے افکار کی دُنیا میں سفر کر نہ سکا
اپنی حکمت کے خم و پیچ میں اُلجھا ایسا
آج تک فیصلۂ نفع و ضرر کر نہ سکا
جس نے سورج کی شُعاعوں کو گرفتار کیا
زندگی کی شبِ تاریک سحر کر نہ سکا

مایا کلینڈر نے ۲۰۱۲ء کو دنیا نیست و نابود ہو جانے کی پیش گوئی کی تھی۔ بس پھر کیا تھا! یہ خبر آن کی آن میں جنگل کی آگ کی طرح دنیا بھر کی میڈیا میں پھیل گئی، جس کے نتیجے میں روشن خیالوں نے ایسی ایسی حماقتیں کیں کہ اللہ کی پناہ۔ کلینڈر میں بتائی گئی تاریخ کے آنے سے پہلے یورپ کے کئی بڑے شہروں میں قیامت آنے کی اتنی تیاریاں کر لی گئیں تھیں کہ قیامت نہ آنے کا انہیں آج تک ملال ہو رہا ہوگا۔ ؏ کیا خوب قیامت کا ہے گویا کوئی دن اور

آگے بڑھنے سے پہلے آنند کمار سوامی کا یہ اقتباس پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے:

” مغربی تہذیب نے ہر اس تہذیب کو جو اس سے مختلف تھی اور صدیوں سے اپنے نام پر قائم تھی، اپنے زہریلے اثر سے اس طرح

ہلاک کردیا ہے جس طرح قابیل نے ہابیل کو ہلاک کیا تھا۔ لیکن وہ قابیل ہی کی طرح اس خون ناحق کو چھپانا بھی چاہتی ہے، اور اس کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ مقتول کی ممی بنا کر اسے تماشا گاہوں میں چلتا پھرتا دکھایا جائے تاکہ کسی کو یہ احساس ہی نہ ہونے پائے کہ وہ قتل ہو چکا ہے" (سلیم احمد صاحب کا مضمون "تہذیب کا جن" سے اقتباس)

یہاں مختصر میں یورپ و امریکہ میں منائے جانے والے چند تہواروں کا تذکرہ کرنے جارہا ہوں، جو نہایت ہی بے ہودہ، مذموم اور گندے ہونے کے ساتھ ساتھ بعض تو نہایت مضحکہ خیز بھی ہیں۔ ان میں سے ایک سے زائد فیسٹیولس وہ بھی ہیں جو اکیسویں صدی عیسوی کی پیداوار ہیں۔

**(1) No Pants subway ride day. (13 January )**

یہ خالص مغربی تہوار جیسا کہ نام سے ظاہر ہے، ۲۰۰۲ء میں نیو یارک شہر سے متعارف ہوا اور ۲۰۰۶ء تک صرف ۱۵۰ لوگوں نے منایا، پھر اسے اچانک بال و پر مل گئے اور آج دو سو سے زائد شہروں میں اس بے ہودگی کا مظاہرہ کیا جاتا ہے۔ اس غیر انسانی رسم کی تفصیل کے لیے اس نام کا اردو ترجمہ ہی کافی ہوگا۔

No pants subway ride day بغیر پینٹ سفر کرنے کا تہوار

**[2] یوم محبت (Valentine's Day) :**

ہر سال ۱۴ فروری کو منایا جانے والا یہ رسم ہوس کے پجاریوں کا عالمی تہوار ہے۔ اس کا دوسرا نام Feast Of Saint Valentine بھی ہے۔

یاد رکھیے! جب کوئی لفظ ہمارے ذہنوں پر اس طرح سوار ہوجائے کہ ہم اس کے معنی کو سمجھے بغیر ہی اسے استعمال کرنے لگیں تو وہ لفظ "لفظ" نہیں، نفسیاتی عمل بن جاتا ہے۔ ویلنٹائن ڈے اور اپریل فولس ڈے جیسے الفاظ بھی اسی نفسیاتی غلامی کو ظاہر کرتے ہیں۔ اس حیا سوز رسم کی ابتدا کب ہوئی؟ اس تعلق سے روشن خیالوں نے کئی روایات گڑھی ہیں۔ اس بارے میں وکی پیڈیا میں موجود عطاء اللہ صدیقی کی یہ تحریر بڑی اہمیت کی حامل ہے :

"اس کے متعلق کوئی مستند حوالہ تو موجود نہیں، البتہ ایک غیر مستند خیالی داستان پائی جاتی ہے کہ تیسری صدی عیسوی میں "ویلنٹائن" نام کے ایک پادری تھے، جو ایک راہبہ (Nun) کی زلف گرہ گیر کے اسیر ہوئے۔ چونکہ مسیحیت میں راہبوں اور راہبات کے لیے نکاح ممنوع تھا، اس لیے ایک دن ویلن ٹائن صاحب نے اپنی معشوقہ کی تشفی کے لیے اسے بتایا کہ اسے خواب میں بتایا گیا ہے کہ ۱۴ فروری کا دن ایسا ہے کہ اس میں اگر کوئی راہب یا راہبہ صنفی ملاپ بھی کرلیں تو اسے گناہ نہیں سمجھا جائے گا۔ راہبہ نے ان پر یقین کرلیا اور دونوں جوش عشق میں سب کچھ کر گزرے۔ کلیسا کی روایات کی یوں دھجیاں اُڑانے پر ان کا حشر وہی ہوا جو عموماً ہوا کرتا ہے"۔ پھر بعد میں ان کے پرستاروں نے اس کے قتل کے دن کو بے حیائی کے لیے خاص کرلیا۔

اسلام میں محبت وقت و تہوار کا پابند نہیں اور نہ ہی عشق اور محبت کے نام پر اس طرح کی بے راہ روی کی اجازت دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کلام مجید میں واضح طور پر ارشاد فرماتا ہے:

قُل لِّلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوا فُرُوجَهُمْ ۚ ذَٰلِكَ أَزْكَىٰ لَهُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا يَصْنَعُونَ (النور، آیت: ۳۰)

ترجمہ: مسلمان مردوں کو حکم دو، اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں؛ یہ ان کے لیے بہت ستھرا ہے۔ بے شک اللہ کو ان کے کاموں کی خبر ہے۔

**[3] یوم احمقاں (April Fool's Day) :**

پہلی اپریل کو منایا جانے والا یہ تہوار مغربی تہذیب کے عقل و خرد سے کورے ہونے کی دلیل ہے۔ کتنی حیرت کی بات ہے، کہ صرف ہنسی ہنگامے کی لذت کے لیے ایک انسان دوسرے انسان کو دھوکا دے، اس سے جھوٹ بول کر بے وقوف بنائے، لوگوں کے بیچ اسے ذلیل کرے، کسی کو تکلیف میں مبتلا کرے اور یہ سارے کام تہذیب و ثقافت کے نام پر انجام دیے جائیں۔

"انسائیکلوپیڈیا آف برٹانیکا میں اس رسم کی ایک یہ وجہ بھی بیان کی گئی ہے کہ "اکیس مارچ سے موسم میں تبدیلیاں آنی شروع ہوجاتی ہیں، ان تبدیلیوں کو بعض لوگوں نے اس طرح تعبیر کیا کہ (معاذ اللہ) قدرت ہمارے ساتھ اس طرح مذاق کرکے ہمیں بے وقوف بنا رہی ہے؛ لہٰذا لوگوں نے بھی اس زمانے میں ایک دوسرے کو بے وقوف بنانا شروع کردیا"۔ (رسالہ "اپریل فول کیا ہے؟" ص ۱۱)

بدنگاہی، بے پردگی، فحاشی و عریانی، غیر محرم لڑکے لڑکیوں کا میل ملاپ، فحش ہنسی مذاق اور پھر اس ناجائز تعلق کو مضبوط کرنے کے لیے تحائف کا تبادلہ اور آگے بڑھ کر بدکاری تک کی نوبت جیسی برائیاں اس دن کے منانے کے برے نتائج ہیں۔ اس دن دوسروں کی بہن، بیٹی

کی عزت تار تار ہوتی ہے، رقص، موسیقی، مے نوشی اور بدکاری کے ریکارڈ توڑے جاتے ہیں۔ اسلامی تعلیمات کا سرعام مذاق اڑایا جاتا ہے۔ ہندوپاک میں اپریل فول منانے والے مسلمان بھائی یہود و نصاریٰ کے نرغے میں پھنس کر دراصل خود بے وقوف بنائے جاتے ہیں۔

عصر نو مجھ کو نگاہوں میں چھپا کر رکھ لے
ایک مٹتی ہوئی تہذیب کا سرمایہ ہوں

## [4] عالمی کیچڑ ڈے (international Mud Day)

فارسی زبان کی مشہور کہاوت ہے: "غمے نہ داری، بزے بخر" یعنی کوئی غم نہیں ہے تو ایک خصی خرید لو۔ کچھ ممالک میں آوارہ گردوں کو جب مستی کا کوئی بہانہ نہیں ملتا تو وہ کوئی نہ کوئی تہوار اختراع یا ایجاد کر لیتے ہیں۔ ایسے ہی ایک تہوار ہے Mud-Day یا کیچڑ ڈے۔ اس ماحول سوز تہوار کا سب سے بڑا مرکز فلپائن اور اسپین ہے۔ ہر سال ۲۹ جون کو سیلیبریٹ کی جانے والی اس رسم میں متوالے ایک دوسرے پر کیچڑ اچھالتے ہیں، کیچڑوں سے جسموں کو لیپتے ہیں، اس میں گھسیٹنے کا مقابلہ کیا جاتا ہے۔

یہ ہے مغرب کا دوہرا معیار۔ ایک طرف Love Nature (ماحول دوستی) کے نام پر Naked Pumkin Day، WNBR NPRD،Day یوم عریاں (،) WNBR یوم سواری بحالت عریاں (، WNGD جیسے بیس سے زائد حیا سوز اور شرمناک تہواروں کو علی الرغم سرانجام دینے والا یہی طبقہ مُڈ ڈے، یوم شراب، یوم احمقاں جیسی رسمیں مناکر ماحولیات کو کثیف کرنے کے خود بڑے ذمہ دار بھی ہیں۔

## [5] لٹیروں کی طرح بولنے کا عالمی دن:
## Talk like a paridy Dlday

یورپ کے مخبوط العقل ہونے کی یہ رسم بھی بڑا ثبوت ہے۔ ایک زمانہ تھا جب پورے یورپ و امریکہ میں ڈاکوؤں اور راہزنوں کا زور تھا۔ اس دور کو آج بھی The golden day of paridy کہا جاتا ہے- یہ رسم یا فیسٹیول اسی دور کی یاد تازہ کرنے کے لیے منایا جاتا ہے، اور شاید اس لیے بھی تاکہ وہ قوم اپنے اصلی مقصد کو نہ بھول سکے کہ وہ دنیا میں دوسروں کو لوٹنے کے لیے آئی ہے؛ کل توپ اور بندوق کے زوروں پر لوٹتی تھی اور آج ٹیکنالوجی کے بل پر۔ یہ ایک قسم کی پیروڈی ہے۔ اس میں اجتماعی یا انفرادی طور پر ڈاکوؤں کی آوازیں نکالی جاتی ہیں۔

## مغربی تہذیب کے علم برداروں کا افسوسناک انجام:

تاریخ کی ستم ظریفی کہیے، کہ دنیا کی قدیم ثقافتی و تمدنی ورثے کا مالک، صوفی سنت اور رشیوں منیوں کا ملک بھارت کی اکثریت ایک ایسی قوم کی تقلید کرتی نظر آرہی ہے، دو سو سال پہلے تک جن کے لغت میں "تہذیب" جیسے کسی لفظ کا وجود تک نہیں۔

مغربی تہذیب "عقیدۂ تثلیث" کی طرح تہذیب، ترقی اور مادیت کی تثلیث کے فارمولے پر قائم ہے۔ ان کی نظر میں اگر دنیا میں کہیں کوئی تہذیب ہے تو وہ مغربی تہذیب ہے، جس کو منوانے کے لیے وہ توپیں اور بندوقیں لے کر نکل پڑتے ہیں۔ بقول علامہ اقبال۔

نظر کو خیرہ کرتی ہے چمک تہذیب مغرب کی
یہ صناعی مگر جھوٹے نگوں کی ریزہ کاری ہے

تہذیب کا ڈھنڈورا پیٹنے والے صاحب رسالہ "تہذیب الاخلاق" سرسید احمد خان متحدہ بھارت میں مغربی تہذیب اور تعلیم کا سب سے بڑا داعی تھا۔ جناب سلیم احمد کے لفظوں میں:

"جس طرح پرانے زمانے کے بعض لوگوں پر جن آتے تھے، اسی طرح ہمارے زمانے کے اکثر لوگوں پر الفاظ آتے ہیں۔ بالکل جنوں ہی کی طرح وہ ہمارے سروں پر مسلط ہو جاتے ہیں اور ان کے اثر میں ہم نہ جانے کیا کچھ کہتے رہتے ہیں جس کی ہمیں کچھ خبر نہیں ہوتی۔ تہذیب کا لفظ بھی اسی قسم کا ایک جن ہے، جو ہمارے سروں پر مسلط ہو گیا ہے۔ اس لفظ کے پہلے معمول سرسید تھے۔ پھر جوں جوں علی گڑھ کی تعلیم اور ریل کی پٹریاں دور دور پھیلتی گئیں، یہ لفظ بھی عام ہوتا گیا۔ اب تو یہ عالم ہے کہ جسے دیکھیے آنکھیں لال کیے جھوم جھوم کر "تہذیب" "تہذیب" کہتا نظر آتا ہے۔ تہذیب نہ کہے گا تو "ثقافت" کہے گا۔ ثقافت نہ کہے گا تو "کلچر" کہے گا"۔

لیکن خود اسی مغربی تہذیب کے اثرات نے ان کے ساتھ کیا برتاؤ کیا، یہ واقعہ بڑا عبرتناک ہے اور المناک بھی۔ ایوان اردو، دہلی کی یہ رپورٹ پڑھیے:!

"آخری وقت میں ان کے فرزند ارجمند محمود نے ان کو اپنی حویلی سے نکال دیا تھا۔ سرسید ایک صندوق لے کر سڑک پر کھڑے ہوئے تھے کہ ان کے ایک قریبی دوست اسماعیل صاحب کا ادھر سے گزر ہوا۔ انہیں سرسید نے بتایا کہ ان کے بیٹے نے انہیں بے گھر کر دیا ہے، تو وہ سرسید کو اپنے گھر لے آئے۔ سرسید کہتے تھے: اتنی بڑی یونیورسٹی قائم کرنے وال۔۔۔۔ (باقی ص:۲۲ پر)

# ازدواجی زندگی کے قرآنی اصول

✍ مولانا محمد حبیب اللہ بیگ

**ازدواجی زندگی** کو بہتر اور کامیاب بنانے کے لیے عاقدین پر ضروری ہے کہ وہ اپنی ذمہ داریوں کو سمجھیں، اور ایک دوسرے کے حقوق کی رعایت کریں، اس سلسلے میں قرآن کریم کی طرف رجوع کریں، اور قرآن کریم کے عطا کردہ اصول وہدایات کے مطابق زندگی گزاریں، کیوں کہ یہ ایسے محکم اصول ہیں جو ازدواجی زندگی کو کامیاب اور پرکشش بناتے ہیں، رشتۂ عقد کو مضبوط ومستحکم رکھتے ہیں، اور آپسی اختلاف وانتشار کو ختم کر دیتے ہیں، اور اگر کسی وجہ سے اختلاف یا بدمزگی پیدا ہو بھی جائے تو نزاعی معاملات کو گھر کی چہار دیواری سے باہر جانے نہیں دیتے، بلکہ بڑی سنجیدگی اور خوش اسلوبی سے تصفیہ کی راہیں ہموار کرتے ہیں۔

لیکن ہمارے نوجوانوں نے ازدواجی زندگی کے سلسلے میں قرآنی ہدایات کو پس پشت ڈال دیا، شعوری اور غیر شعوری طور پر دوسروں کی تقلید شروع کر دی، نتیجتاً پورا معاشرہ ایک عجیب خانہ جنگی کا شکار ہو گیا، اور افسوس کہ آج ازدواجی زندگی کے مسائل کو لیکر بے شمار افراد عدالتوں کا چکر کاٹ رہے ہیں، اور کتنے تو قید وبند کی صعوبتیں جھیل رہے ہیں، ان سب سے نجات کی صرف ایک صورت ہے، وہ یہ کہ مابعد شادی مسائل کے لیے قرآنی تعلیمات پر سختی سے عمل کریں، اور اسی کے مطابق فیصلے کریں، اللہ جل شانہ نے سورۂ نساء کی آیت نمبر ۳۴/ ۳۵ میں ازدواجی زندگی کے رہنما اصول اور پیچیدہ مسائل کا حل بیان فرمایا ہے، ارشاد باری ہے:

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّ بِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ ؕ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَیْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ ؕ وَ الّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَ اهْجُرُوْهُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ وَ اضْرِبُوْهُنَّ ۚ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَیْهِنَّ سَبِیْلًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِیًّا كَبِیْرًا ۝۳۴ وَ اِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَیْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَ حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ یُّرِیْدَاۤ اِصْلَاحًا یُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَیْنَهُمَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِیْمًا خَبِیْرًا ۝۳۵

یعنی مرد عورتوں کے نگہبان ہیں، کیوں کہ اللہ نے مردوں کو عورتوں پر فضیلت دی، اور انھوں نے اپنا مال عورتوں پر خرچ کیا، تو نیک عورتیں فرمانبردار ہوتی ہیں، مردوں کی عدم موجودگی میں اللہ کی توفیق سے ہر چیز کی حفاظت کرتی ہیں، جن عورتوں کی نافرمانی کا اندیشہ ہو انھیں سمجھاؤ، نہ مانیں تو بستروں پر ان سے دور رہو، نہ مانیں تو انھیں مارو، اس کے بعد اگر وہ تمھارے تابع فرمان ہو جائیں تو ان پر زیادتی کی راہ نہ نکالو، بے شک اللہ بہت بڑا ہے۔ اور اگر تمھیں عاقدین کے درمیان ناچاقی کا اندیشہ ہو تو ایک منصف، مرد کے رشتہ داروں کی طرف سے، اور ایک منصف، عورت کے رشتہ داروں کی طرف سے بھیجو، اگر یہ دونوں صلح کرانا چاہیں تو اللہ ان کے درمیان موافقت پیدا کر دے گا، بے شک اللہ سب کچھ جانتا ہے، اور ہر چیز سے باخبر ہے۔

**شانِ نزول:** تفسیرات احمدیہ میں ہے کہ یہ آیت حضرت سعد بن ربیع کے حق میں نازل ہوئی، آپ کی بیوی حبیبہ بنت زائد بن زبیر نے سرتابی کی، تو آپ نے انھیں ایک طمانچہ رسید کیا، ان کے والد اپنی بیٹی کو لے کر رسول کائنات ﷺ کی بارگاہ فیض میں حاضر ہوئے، اور اپنے داماد کی شکایت کی، رسول اللہ ﷺ نے شوہر سے بدلہ لینے کا فیصلہ صادر فرمادیا: اسی دوران مذکورہ آیت کریمہ نازل ہوئی، اور فرمایا گیا کہ مرد عورتوں کے حاکم ہیں، اور انھیں نافرمان عورتوں کو بطور تنبیہ مارنے کا حق حاصل ہے، اس حکم کے نازل ہونے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہم نے ایک چیز کا فیصلہ کیا اور اللہ نے دوسری چیز کا، اور اللہ ہی کا فیصلہ بہتر ہے، لہٰذا عورت، شوہر کی تادیبی کاروائی پر بدلہ لینے کی مجاز نہیں ہوگی۔

**مرد وعورت کی جداگانہ حیثیت:** کسی بھی اجتماعی نظام کے تحفظ وبقا کے لیے ضروری ہے کہ ایک شخص کو حاکم تسلیم کر لیا جائے، اور باقی دوسرے افراد اس کے تابع فرمان رہیں، پھر ان تمام افراد کے درمیان حسب حیثیت ذمہ داریاں تقسیم کر دی جائیں، اور سب اپنے اپنے فرائض بحسن وخوبی انجام دیتے رہیں، اور اگر ان واجبات کی ادائیگی میں کہیں سے کوئی خامی یا تساہلی دیکھنے میں آئے تو حاکم پر ضروری ہے کہ وہ متعلقہ شخص کو سمجھائے، اور اگر افہام وتفہیم سے بات نہ بنے تو تادیبی کاروائی کرے، اور اگر اس سے بھی بات نہ بنے تو بڑوں کے ساتھ مل کر معاملات حل کرالیں۔

جو حال دوسرے امور ومعاملات کا ہے، کچھ وہی حال ازدواجی زندگی کا بھی ہے، اس چھوٹے اور مختصر خاندان میں بھی ایک حاکم ونگہبان ہوتا ہے، اور دوسرا اس کا تابع فرمان، قرآن کریم نے مرد کو حاکم اور ذمہ دار بنایا، جب کہ عورت کو اس کا ماتحت اور گھر کا محافظ قرار دیا، فرمایا: اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ۔ یعنی مرد عورتوں کے پر حاکم اور نگہبان ہیں۔

**مرد کی سربراہی:** قرآن کریم نے مرد کو حاکم بنائے جانے کی دو

اہم وجہیں بیان کیں، پہلی وجہ یہ ہے کہ: بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ۔ یعنی اللہ جل وعلا نے جنس مرد کو جنس عورت پر فضیلت عطا کی، مردوں میں انبیا اور رسل بھیجے، مردوں میں خلفا اور حکمراں بنائے، مردوں کو شہادت، قضا و تحکیم، اور حدود و قصاص کی تنفیذ کا اہل بنایا، مردوں کو جہاد، جمعہ، عیدین، خطبہ، اذان، جماعت اور دیگر اسلامی شعائر کی ادائیگی کی ذمہ داریاں تفویض کیں، وراثت میں مردوں کا حصہ زائد رکھا، اور ان سب کے ساتھ ساتھ مرد سال کے بارہ مہینے نماز ادا کر سکتے ہیں، جب کہ عورتوں کو ان کے مخصوص ایام میں نماز و روزہ کی اجازت نہیں ہوتی۔

مرد کو حاکم بنائے جانے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ: وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ۔ یعنی مرد، عورت کے سارے اخراجات کا بار برداشت کرتا ہے، رہائش کے لیے گھر کا انتظام کرتا ہے، خورد و نوش کی تمام اشیا فراہم کرتا ہے، علاج و معالجے کے لیے ہر ممکن کوشش کرتا ہے، سفر کے جملہ اخراجات برداشت کرتا ہے، گرمی، سردی کے لیے مختلف قسم کے کپڑوں کا اہتمام کرتا ہے، بچوں کی نشو و نما اور ان کی تعلیم و تربیت کی راہ میں کوئی کسر باقی نہیں رکھتا، غرضے کہ اپنی محنت کی کمائی سے ہر قسم کی مالی ضروریات پوری کرتا ہے۔

انہی دو وجوہات کے پیش نظر مردوں کو عورتوں پر فضیلت دی گئی، اور مردوں کو عورتوں پر حاکم اور نگہبان مقرر کیا گیا، عورتوں پر لازم اور ضروری ہے کہ وہ مردوں کی سربراہی تسلیم کریں، اور جائز امور میں ان کی طاعت و فرمانبرداری کرتی رہیں، اسی طرح مردوں پر لازم اور ضروری ہے کہ وہ اپنے عقد میں آنے والی عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کریں، اور شرعی حدود میں رہتے ہوئے ان کے جملہ حقوق ادا کرنے کی کوشش کریں، قرآن کریم کے مطابق زوجین کے مشترکہ حقوق و واجبات یہ ہیں:

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۠ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ۔

یعنی عورتوں کے مردوں پر ایسے ہی حقوق ہیں جیسے مردوں کے عورتوں پر ہیں، اور مردوں کو عورتوں پر ایک گونا فضیلت حاصل ہے۔

**مرد پر عورت کے حقوق:** مرد پر عورت کا حق یہ ہے کہ اس کے کھانے پینے، رہنے سہنے اور پہننے اوڑھنے کا انتظام کرے، حسب استطاعت اس کی تمام ضروریات پوری کرے، اور اس کے ساتھ حسن سلوک کرے، اللہ وحدہ لاشریک کا حکم ہے:

وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا۔

یعنی تم عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کرو، اگر تم انھیں پسند نہیں کرتے تو صبر کرو، کیوں کہ ایسا ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرو اور اللہ تعالیٰ تمھارے لیے اسی میں بھلائی رکھ دے۔

اس آیت کریمہ کے مطابق مرد پر ضروری ہے کہ وہ عورت کے ساتھ حسن سلوک کرے، اور اس کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی نہ کرے، اس کا مہر پورا ادا کرے، اس کے خرچ میں کمی نہ کرے، اس کے ساتھ سخت کلامی سے پیش نہ آئے، اور اگر ایک سے زائد بیویاں ہوں تو سب کے درمیان انصاف کرے، اور سب کے حقوق برابر ادا کرے۔

**عورت پر مرد کے حقوق:** عورت پر مرد کا حق یہ ہے کہ وہ اپنے شوہر کی اطاعت کرے، اس کے اسرار و محارم کی حفاظت کرے، اور اس کی اولاد کی اچھی تربیت کرے، قرآن کریم نے مرد کی جانب سے عورت پر عائد ہونے والے حقوق کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ۔ یعنی نیک بیویاں عبادت گزار اور شوہروں کی فرماں بردار ہوتی ہیں، اور ان کی عدم موجودگی میں اللہ کی توفیق سے ہر شی کی حفاظت کرتی ہیں۔

یعنی نیک اور فرماں بردار بیوی وہ ہے جو اللہ کی بندگی کرے، اس کے احکام کی بجا آوری کرے۔ شوہر کی اطاعت و فرماں برداری کرے۔ اور شوہر کی عدم موجودگی میں شوہر کے گھر، سامان، اور اس کے اسرار و محارم کی حفاظت کرے۔ اور جو عورت اللہ کا حکم نہ مانے، شوہر کی اطاعت نہ کرے، اور اس کے اسرار کی حفاظت نہ کرے وہ صالحات یعنی نیک بیویوں کے زمرے میں نہیں آسکتی، بلکہ ایسی عورت ناشزہ یعنی نافرمان کہلاتی ہے۔

اگر کسی کو عبادت گذار، اطاعت شعار، امانت دار، اور رازدار بیوی مل جائے تو اسے بیش بہا نعمت تصور کرے، اس نعمت عظمیٰ کی قدر کرے، اور اس پر اللہ کا شکر بجالائے، کیوں کہ ازدواجی زندگی کا سکون دراصل ایسی ہی نیک، فرماں بردار اور عفت مآب خواتین کی بدولت ہے، سورۂ فرقان کی آخری آیت کے مطابق اللہ کے محبوب بندے، نیک بیوی اور صالح اولاد کی تمنا کیا کرتے، اور اس کے حضور حاضر ہو کر یوں دعا کیا کرتے: رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا۔ اے اللہ! ہماری بیویوں اور بچوں سے ہماری آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچا، اور ہمیں اپنے نیک بندوں کا سردار بنا دے۔

**اگر بیوی کوتاہی کرے:** قرآنی ہدایات کے مطابق ازدواجی زندگی گزاری جائے تو کہیں سے کوئی اختلاف اور رنجش ہی نہ ہو، لیکن جب نفس غالب آتا ہے، اور بندہ پورے طور پر شیطان کے دام فریب میں پھنس جاتا ہے تو ہوش ٹھکانے نہیں رہتے، زبان بے قابو ہو جاتی ہے، نتیجۃً معمولی سی بات پر زبان دراز ہو جاتی ہے، اور نفرت کی آگ بھڑک اٹھتی ہے، اگر اس بھڑکتی آگ پر فی الفور قابو پانے کی کوشش نہیں کی گئی تو یہ آگ صرف میاں، بیوی کو نہیں بلکہ پورے خاندان کو اپنی لپیٹ میں لے لے گی، اور چشم زدن میں سب کو جلا کر خاکستر کر دے گی، اسی لیے قرآن کریم نے شروع ہی سے محتاط رہنے کا حکم دیا، اور

فرمایاکہ اگر اپنی بیویوں سے نافرمانی کا خدشہ ہو، یا بیویاں نافرمانی پر اتر آئی ہوں تو ان کی اصلاح کرو، اور کسی بھی عورت کی اصلاح کے لیے اس کے شوہر کے پاس تین طریقے ہیں، پہلا طریقہ نصیحت کا ہے، ارشاد باری ہے:

وَ الّٰتِیۡ تَخَافُوۡنَ نُشُوۡزَہُنَّ فَعِظُوۡہُنَّ وَ اہۡجُرُوۡہُنَّ فِی الۡمَضَاجِعِ وَ اضۡرِبُوۡہُنَّ ۚ فَاِنۡ اَطَعۡنَکُمۡ فَلَا تَبۡغُوۡا عَلَیۡہِنَّ سَبِیۡلًا ؕ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلِیًّا کَبِیۡرًا ﴿۳۴﴾

یعنی اگر عورتوں کی نافرمانی کا اندیشہ ہو تو سب سے پہلے انھیں سمجھاؤ، اور بتاؤ کہ شوہر کی اطاعت لازم ہے، شوہر کی نافرمانی دنیا وآخرت میں بہت بڑی ناکامی کا باعث ہے، اس سے آپسی تعلقات متاثر ہوں گے، اور اس کا لازمی اثر بچوں کی صحت، تعلیم اور مستقبل پر پڑے گا، اس لیے جذبات میں آنے کے بجائے صبر وتحمل سے کام لو، اور عزت ووقار کی زندگی گزارو۔

اگر سمجھانے سے بات بن جائے اور عورت اپنی اصلاح کرلے، تو اب مرد پر ضروری ہے کہ اپنی زبان بند کرلے، اور سب کچھ بھلا کر اللہ کی ذات پر بھروسہ کرتے ہوئے از سر نو پر سکون زندگی کا آغاز کردے، لیکن اگر سمجھانے کا خاطر خواہ فائدہ نہ ہو تو دوسرا طریقہ اپنائے، وہ طریقہ یہ ہے کہ بستروں پر ان سے دور رہے، یعنی میاں بیوی ایک ہی بستر پر آرام کریں، لیکن شوہر عورت کو اپنی چادر میں نہ لے، اور اگر ایک ہی چادر ہو تو بیوی کی طرف پیٹھ کرلے، اور کسی صورت میں اس سے ہم بستری نہ کرے، تاکہ عورت کو اجنبیت کا احساس ہو، اور یہ سوچنے پر مجبور ہوجائے کہ اگر میری کوتاہیوں پر شوہر نے مجھے طلاق دے دی تو ایسی ہی وحشت وتنہائی کی زندگی گزارنی ہوگی، لہٰذا مجھے ہوش کے ناخن لینا چاہیے، اور اپنے شوہر کی ناراضگی سے بچنا چاہیے۔

اگر اس دوسری تدبیر سے بات بن جائے، اور عورت مطیع وفرمانبردار ہوجائے تو مرد کو اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے از سر نو محبت وہمدردی کی زندگی کا آغاز کردینا چاہیے، لیکن اگر یہ تدبیر بھی ناکام ہوجائے تو بربنائے مجبوری یہی ایک آخری صورت بچتی ہے کہ شوہر اپنی بیوی کو مارے، تاکہ اسے اپنی غلطی کا احساس ہو، اپنی ضد سے باز آجائے، اور شوہر کی اطاعت قبول کرلے۔

واضح رہے کہ بیوی کو مارنے کا مقصد صرف اور صرف تنبیہ ہے، اسی لیے اس کے منھ پہ نہ مارے، اور نہ ہی بہت زور سے مارے، تاکہ اس کو کسی قسم کی جسمانی اذیت نہ پہنچے، ورنہ حالات بہتر ہونے کے بجائے مزید بگڑنے لگیں گے۔

قرآن کریم نے بیویوں کے اصلاح کے سلسلے میں کی جانے والی تینوں کاروائیوں کو بیان کرنے کے بعد فرمایا: اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلِیًّا کَبِیۡرًا۔ یعنی اللہ بہت بڑا ہے، آیت کے تتمہ کے طور پر اللہ کی بزرگی اور کبریائی کو بیان کرنے سے درج ذیل باتیں سمجھ میں آتی ہیں:

۱- اللہ سب سے بڑا ہے، اور ہر شئی پر قادر ہے، اس کے باوجود ہر بات پر مواخذہ نہیں فرماتا، بندوں کو بھی چاہیے کہ وہ دوسروں کے، بطور خاص بیویوں کے معاملات میں بار بار مواخذہ نہ کریں، بلکہ جہاں تک ہوسکے خاموشی، چشم پوشی اور عفو ودرگذر سے کام لیں۔

۲- اللہ سب سے بڑا ہے، اور اسے ہر خشک وتر کا علم ہے، اس کے باوجود بندوں کے معاملات میں ظاہر کے مطابق ثمرہ عطا فرمادیتا ہے، بندوں کو بھی چاہیے کہ بیویوں کے معاملے میں ظاہر پر اکتفا کرلیں، اگر تادیبی کاروائی کے بعد بیویاں تابعداری کا مظاہرہ کریں تو ظاہر حال پر اکتفا کرلیں، ان پر الزام نہ لگائیں کہ یہ تو محض دکھاوا ہے، دل کا حال ظاہر کے برخلاف ہے، وغیرہ۔

۳- اللہ سب سے بڑا ہے، جتنا ایک شوہر کو اس کی بیوی پر اختیار ہے اس سے کہیں زیادہ اللہ کو اس کے بندوں پر اختیار حاصل ہے، لہٰذا سزاؤں کے معاملے میں اللہ سے ڈریں، اور احتیاط سے کام لیں، ورنہ قیامت کے دن سخت آزمائش کا سامنا کرنا ہوگا۔

**اگر شوہر کوتاہی کرے:** ازدواجی زندگی میں مرد وعورت دونوں کو غیر معمولی اہمیت حاصل ہوتی ہے، بلکہ انہی دو افراد سے یہ رشتہ بنتا اور قائم رہتا ہے، اسی لیے اس رشتے کے تحفظ وبقا کے لیے ضروری ہے کہ دونوں کے درمیان ذمہ داریاں مشترک رکھی جائیں، اور دونوں کو یکساں حقوق دیے جائیں، ازدواجی زندگی سے متعلق قرآن کریم کے پیش کردہ اصول کا لب لباب بھی یہی ہے کہ ہر فریق اپنی عزت نفس کا خیال کرے، اور دوسرے فریق کے جذبات کا احترام کرے، اور اگر کوئی ایک فریق اپنی ذمہ داریوں کی ادائیگی میں کوتاہی کرتا ہے یا دوسرے فریق کے حقوق پامال کرتا ہے تو دوسرے فریق کو باز پرس کرنے اور اپنے حقوق کی بازیابی کے لیے کوشش کرنے کا پورا پورا حق حاصل رہے گا۔

قرآن کریم نے جہاں مردوں کو یہ اختیار دیا کہ وہ اپنی بیویوں سے ان کی کوتاہی پر باز پرس کرے اور ان کی اصلاح کے لیے تادیبی کاروائی کرے وہیں عورتوں کو بھی اس بات کا اختیار دیا کہ وہ اپنے شوہروں سے ان کی بے رغبتی اور عدم دلچسپی پر ان سے مفاہمت کرے، اور اپنے حقوق کی ادائیگی کا مطالبہ کرے، سورۂ نساء کی آیت نمبر ۱۲۸ میں اللہ جل شانہ نے فرمایا:

وَ اِنِ امۡرَاَۃٌ خَافَتۡ مِنۡۢ بَعۡلِہَا نُشُوۡزًا اَوۡ اِعۡرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَیۡہِمَاۤ اَنۡ یُّصۡلِحَا بَیۡنَہُمَا صُلۡحًا ؕ وَ الصُّلۡحُ خَیۡرٌ ؕ وَ اُحۡضِرَتِ الۡاَنۡفُسُ الشُّحَّ ؕ وَ اِنۡ تُحۡسِنُوۡا وَ تَتَّقُوۡا فَاِنَّ اللّٰہَ کَانَ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ خَبِیۡرًا ﴿۱۲۸﴾ وَ لَنۡ تَسۡتَطِیۡعُوۡۤا اَنۡ تَعۡدِلُوۡا بَیۡنَ النِّسَآءِ وَ لَوۡ حَرَصۡتُمۡ فَلَا تَمِیۡلُوۡا کُلَّ الۡمَیۡلِ فَتَذَرُوۡہَا کَالۡمُعَلَّقَۃِ ؕ وَ اِنۡ تُصۡلِحُوۡا وَ تَتَّقُوۡا فَاِنَّ اللّٰہَ کَانَ غَفُوۡرًا رَّحِیۡمًا ﴿۱۲۹﴾ وَ اِنۡ یَّتَفَرَّقَا یُغۡنِ اللّٰہُ کُلًّا مِّنۡ سَعَتِہٖ ؕ وَ کَانَ اللّٰہُ وَاسِعًا حَکِیۡمًا ﴿۱۳۰﴾

اگر کسی عورت کو اس کے شوہر کی طرف سے زیادتی یا بے رغبتی کا اندیشہ ہو تو مرد و عورت پر کوئی گناہ نہیں کہ آپس میں صلح کرلیں، اور بد سلوکی اور جدائی سے زیادہ بہتر صلح ہے، اور دلوں میں لالچ پیدا کر دی گئی ہے، اور اے شوہرو! اگر تم اپنی بیویوں کے ساتھ حسن سلوک کرو، اور اللہ سے ڈرتے رہو تو اللہ تمھیں بہتر صلہ دے گا کیوں کہ وہ تمھارے کاموں سے باخبر ہے۔ اور بھرپور کوشش کے باوجود تم اپنی عورتوں کے درمیان انصاف نہیں کرسکتے، تو کہیں ایسا نہ ہو کہ سارا میلان کسی ایک کی طرف ہو اور دوسری کو معلق بنا کر چھوڑ دو، اگر تم اپنے معاملات درست کرلو، اور اللہ سے ڈرتے رہو، تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ اور اگر مرد و عورت دونوں جدا ہوجائیں تو اللہ ہر ایک کو اپنے فضل سے بے نیاز کردے گا، اللہ وسعت و حکمت والا ہے۔

ان آیات کا خلاصہ یہ ہے اگر کسی عورت کو اس کے شوہر کی جانب سے نشوز یعنی زیادتی کا اندیشہ ہو، مثلاً نان ونفقہ میں کمی کرتا ہو، اور اس کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی کرتا ہو، یوں ہی کسی عورت کو اس کے شوہر کی جانب سے اعراض یعنی بے رغبتی کا خدشہ ہو مثلاً بات کم کرتا ہو، ترش روئی سے پیش آتا ہو، یا ملاقات سے گریز کرتا ہو تو ایسی صورت میں دونوں آپس میں صلح و مصالحت کرلیں۔ صلح در اصل خانگی اختلافات کا ایک معقول حل ہے، اس حل کے لیے اختلاف کی نوعیت اور اس کے اسباب و محرکات کو سمجھنا ہوگا، ظاہر سی بات ہے کہ سب کے گھریلو معاملات، اور زوجین کے آپسی اختلافات ایک جیسے نہیں ہوسکتے، اسی لیے سب کا حل بھی ایک جیسا نہیں ہوسکتا، شاید یہی وجہ تھی کہ اس مسئلے میں شریعت اسلامیہ نے عاقدین کو کھلی اجازت دے دی کہ ہر جائز اور ممکن طریقے پر مصالحت کرسکتے ہو بشرطے کہ اس مصالحت کے باعث کسی بھی شی کی حلت و حرمت پامال نہ ہو۔ احکام القرآن للجصاص میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے: ما اصطلحا علیه من شيء فهو جائز-

یعنی ہر جائز چیز پر صلح ہوسکتی ہے، لہٰذا دونوں فریق اپنے معاملات کو جس طریقے پر چاہیں حل کرلیں، جہاں تک ہوسکے تفریق اور علاحدگی سے بچیں، اور اپنے رشتوں کی حفاظت کریں۔

صلح کسی بھی نوعیت کا ہو، بہر حال خلع اور طلاق سے بہتر ہے، اسی لیے جہاں تک ہوسکے مصالحت کی صورت اپنائی جائے، اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ کوتاہی عورت کی جانب سے ہوتی ہے، اور بار بار کی تنبیہ کے باوجود کوئی تبدیلی نظر نہیں آتی، ایسے حالات میں شوہر مصالحت کے لیے آمادہ نہیں ہوتا، بلکہ اس بیوی سے علاحدگی یا دوسری عورت سے نکاح کا درپے ہوجاتا ہے، اگر عورت واقعتاً اپنے شوہر کے ساتھ ہی رہنا چاہتی ہے اور شوہر اپنے ہی ارادے پر مصر ہے تو اس پیچیدہ مسئلے کا دانش مندانہ حل یہی ہے کہ عورت اپنے بعض حقوق سے تنازل کرلے، مثلاً متوسط نفقے پر راضی ہوجائے، اپنا پورا یا نصف مہر معاف کردے، یا اپنی باری دوسری بیوی کے حوالے کردے، یا کوئی دوسرا حل پیش کرے، بہر حال اگر اس قسم کی شرائط پر مصالحت ہوجائے تو یہ صلح بھی خلع اور طلاق سے بہتر ہے، اسی کو قرآن نے یوں بیان فرمایا: وَالصُّلْحُ خَيْرٌ، یعنی خلع وطلاق سے زیادہ بہتر صلح ہے، اسی لیے جہاں تک ہوسکے صلح و مصالحت کی کوشش کی جائے۔

اس مصالحت کے باوجود زوجین کے مابین کسی پرانی بات پر تلخی ہوسکتی ہے، اور شوہر کی جانب سے سرکشی کا بھی امکان ہے، اسی لیے قرآن کریم نے کچھ ضروری امور کی جانب شوہروں کی توجہ مبذول فرمائی، اور انھیں ازدواجی زندگی کے اہم اصول سے آگاہ کرتے ہوئے فرمایا:

۱- وَاِنْ تُحْسِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿۱۲۸﴾

اے شوہرو! اگر تمھاری بیویاں تم سے مصالحت کی بات کریں تو تم ان سے مصالحت کرلو، ان پر زیادتی مت کرو، اور ان سے روگردانی مت کرو، بطور خاص ان سے مصالحت کے بعد ان کے ساتھ حسن سلوک کرو، اور نشوز اور اعراض کے معاملے میں اللہ سے ڈرتے رہو، اگر تم اپنے عہد پر قائم رہے تو اللہ تمھیں بہتر صلہ دے گا، بلاشبہ وہ تمھارے کاموں سے باخبر ہے۔

۲ - وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْٓا اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَاۗءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ ـ

اے شوہرو! تم جذبات میں آکر دوسری عورت سے نکاح کا فیصلہ مت کرو، کیوں کہ عورتوں کے مابین انصاف کرنا کوئی معمولی بات نہیں، جب ایک بیوی کے ساتھ رہتے ہوئے اپنی زندگی کو اختلافات سے محفوظ نہیں رکھ سکتے تو ایک سے زائد بیویوں کے ساتھ انصاف کی کیوں کر توقع کی جاسکتی ہے؟

اور اگر جذبات سے مغلوب ہوکر دوسرا نکاح کرلیا تو بہت ممکن ہے کہ تمھارا سارا میلان نئی بیوی کی طرف ہوجائے اور تم پہلے بیوی کے حقوق مسلسل پامال کرتے رہو، اور عند اللہ سخت محاسبہ کا سامنا کرنا پڑ جائے، اور چند دنیاوی معاملات اور وقتی لذت و آرام کی خاطر اپنی آخرت برباد کرڈالو۔

۳ - وَاِنْ تُصْلِحُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۲۹﴾

اے شوہرو! تمھیں اچھی طرح معلوم ہو گیا کہ خلع اور طلاق میں کوئی فائدہ نہیں ہے، اور ایک سے زائد عورتوں سے نکاح کی صورت میں انصاف کرنا مشکل ہے، اسی لیے عافیت اسی میں ہے کہ ایک ہی بیوی پر اکتفا کرلو، اپنے معاملات درست کرلو، اور اللہ سے ڈرتے رہو، بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

۴- وَاِنْ يَّتَفَرَّقَا يُغْنِ اللّٰهُ كُلًّا مِّنْ سَعَتِهٖ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ وَاسِعًا حَكِيْمًا ـ

نکاح وطلاق اور مصالحت و تفریق کے حوالے سے جو کچھ بیان ہوا اسے ایک عمومی حل یا دانشمندانہ اقدام کہا جاسکتا ہے، بالفرض کسی گھر کے حالات اس درجہ خراب ہوں کہ مصالحت کی کوئی امید باقی نہ رہے تو گھٹ

گھٹ گھٹ کر جینے سے زیادہ بہتر یہ ہے کہ تَسْرِیْحٌۢ بِاِحْسَانٍ پر عمل کیا جائے، اور شرع شریف کے مطابق تفریق کرادی جائے، اللہ کارساز مطلق ہے، وہی سب کا خالق ومالک ہے، وہ اپنے کرم سے ہر ایک کو بے نیاز کردے گا، اس کے کرم سے یہی امید ہے کہ ہر ایک کے ساتھ وہی معاملہ فرمائے گا جو اس کے حق میں زیادہ بہتر ہو۔

**عاقدین کے اولیا اور مفاہمت:** اگر میاں، بیوی کے درمیان اختلاف ہوجائے، اور عورت سرکشی پر اتر آئے تو مرد کو چاہیے کہ یکے بعد دیگرے مذکورہ بالا تینوں تادیبی کاروائیاں کرے، اللہ کی ذات سے یہی امید ہے کہ کسی نہ کسی مرحلے میں عورت کی اصلاح ہوجائے گی، اور اختلافات ختم ہوجائیں گے، بالفرض ایسا نہیں ہوا، اور عورت اپنی ضد پر اڑی رہی تو مرد کو چاہیے کہ طلاق یا کسی دوسرے اقدام سے پہلے فریقین کے ذمہ داروں کو حقیقت حال سے آگاہ کرے۔

اسی طرح اگر شوہر سرکشی کرے، اپنی بیوی پر زیادتی کرے، یا اس سے بے رغبتی ظاہر کرے تو عورت کو چاہیے کہ مصالحت کرے، اور جو طریقہ مناسب ہو اور فریقین کے حق میں بہتر ہو اسی کا سہارا لے، امید ہے کہ شوہر مصالحت پر راضی ہوجائے گا اور اپنی اصلاح کرلے گا، اور اگر مصالحت کے باوجود معاملات حل نہ ہوں تو عورت کو چاہیے کہ خلع یا تقاضائے طلاق سے پہلے ذمہ داروں کو حقیقت حال سے آگاہ کرے۔

جب معاملات قاضی، یا فریقین کے اولیا کے سامنے پیش ہوں تو ان پر ضروری ہے کہ مرد وعورت دونوں کے گھر یا خاندان سے دو معاملہ فہم، دور اندیش، اور سنجیدہ فکر منصف طلب کرے، یہ دونوں حکم فریقین کی شکایتیں بغور سنیں، ان کے آپسی اختلافات دور کریں، اور صلح ومصالحت کی بھرپور کوشش کریں، اگر عاقدین باہمی رضامندی چاہتے ہیں، اور حکم بھی دونوں میں مصالحت کے لیے کوشاں ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ اللہ رب العزت ان کی کوششوں کو ناکام بنادے، اور ان کے درمیان تفریق کردے، بلکہ اس کا تو وعدہ یہی ہے کہ:

اِنْ یُّرِیْدَاۤ اِصْلَاحًا یُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَیْنَهُمَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِیْمًا خَبِیْرًا.

اگر ان کے ارادے نیک ہیں، اور اصلاح کے خواہش مند ہیں تو اللہ ان کے دلوں کو ملادے گا، اور ان میں موافقت پیدا فرمادے گا۔

عاقدین کی مصالحت وتفریق کے دوران دونوں حکم کو مکمل دیانت داری، انصاف پسندی اور بھرپور کشادہ ظرفی سے کام لینا چاہیے، اور جہاں تک ہوسکے معاملات کے تصفیے اور مصالحت کی کوشش کرنا چاہیے، مصالحت کا قطعًا یہ مطلب نہیں کہ عورت سے ساس، سسر اور سارے سسرالی رشتہ داروں کی خدمت وفرماں برداری کا حلف لیا جائے، اسی طرح مرد سے اس کے ساس، سسر اور سارے سسرالی رشتہ داروں کی ہر ہر بات پر آمنا صدقنا کہنے کا تحریری وثیقہ حاصل کیا جائے، اس لیے کہ کسی بھی فریق کے سسرالی رشتہ داروں کے بس اتنے ہی حقوق ہیں جتنے ایک عام مسلمان اور قرابت داروں کے ہوا کرتے ہیں، لہٰذا نزاعی معاملات کے حل کے دوران سسرال والوں کے جبری حقوق اور ان کی اضافی ذمہ داریوں کو پیش نظر رکھ کر فیصلے نہ کیے جائیں، بلکہ اس بات پر پوری توجہ مرکوز رہے کہ نکاح مرد وزن کے درمیان قائم ہونے والا ایک مقدس رشتہ ہے، اگر عاقدین اس رشتے کو بحسن وخوبی نبھاسکتے ہیں تو فبہا، ورنہ مزید مہلت دی جائے، اور اگر اس کے بعد بھی کوئی حل نہ نکل سکے تو مرد وعورت اپنا شرعی حق استعمال کریں، اور ایک دوسرے سے جدا ہوجائیں۔

واضح رہے کہ بسا اوقات شرعی نقطۂ نظر سے تفریق ضروری ہوتی ہے، ایسی صورت میں فوراً تفریق کرادی جائے، اور کبھی معاملات اس قدر ناگفتہ بہ ہوجاتے ہیں کہ نہ فی الحال کوئی حل سمجھ میں آتا ہے نہ ہی آئندہ کسی حل کی کوئی امید کی جاسکتی ہے، دوسری طرف اس بات کے واضح امکانات نظر آرہے ہوتے ہیں کہ تفریق کے بعد عاقدین کے ساتھ ساتھ دونوں طرف کے خاندانوں کو راحت مل جائے گی، اور برسوں کی الجھنیں دور ہوجائیں گی، اگر ایسی نازک صورت حال ہو تو پھر تفریق ہی میں عافیت ہے، بعض ذمہ دار محض یہ سوچ کر تفریق نہیں کراتے کہ لوگ کیا کہیں گے، تفریق کے بعد مناسب رشتہ ملے گا یا نہیں، یا جیسے اب تک گزری باقی بھی گزر جائے گی، اللہ کی ذات پر توکل کرنے والا، اور عاقدین کے حق میں خیر خواہی کرنے والا کبھی ایسا نہیں سوچتا، اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے:

وَاِنْ یَّتَفَرَّقَا یُغْنِ اللّٰهُ كُلًّا مِّنْ سَعَتِهٖ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ وَاسِعًا حَكِیْمًا.

یعنی اگر دونوں جدا ہوجائیں تو اللہ ہر ایک کو اپنے فضل سے بے نیاز کردے گا، اللہ وسعت وحکمت والا ہے۔ یعنی ایسا نہیں کہ تفریق کے بعد میاں، بیوی کی زندگی اجیرن ہوجائے گی، اور کوئی مناسب رشتہ نہیں ملے گا، بلکہ اللہ ہر ایک کو بہتر رشتہ عطا فرمائے گا، جو رب پہلا رشتہ قائم کرنے پر قادر ہے وہ دوسرے رشتے پر بدرجۂ اتم قادر ہے۔

قرآن کریم نے ازدواجی زندگی کے پیچیدہ مسائل کا حل پیش کرنے کے بعد آیت کے اخیر میں فرمایا: اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِیْمًا خَبِیْرًا۔ یعنی اللہ ہر چیز سے باخبر ہے اور اسے ہر شی کا علم ہے۔ آیت کے اخیر میں اللہ کے علم وخبر کو بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ دونوں حکم صلح ومفاہمت کے سلسلے میں ذاتی مفاد، یا کسی کی بدخواہی کی کوشش نہ کریں، اور صلح کی گنجائش ہوتے ہوئے تفریق کی راہ ہموار نہ کریں، اس لیے کہ اللہ سب کچھ جانتا ہے، اور ہر شی سے باخبر ہے۔

**خلاصہ:** مختصر یہ کہ مرد عورتوں کے نگہبان ہیں، مردوں کو چاہیے کہ وہ

عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کریں، ان کے لیے کھانے، پینے، رہنے سہنے اور اوڑھنے پہننے کا مکمل انتظام کریں، عورتوں کو چاہیے کہ وہ مردوں کا احسان مانیں، اور ان کی اطاعت و فرمانبرداری کرتی رہیں۔

اگر عورتیں نافرمانی پر اتر آئیں تو شوہروں کو چاہیے کہ انھیں سمجھائیں، نہ مانیں تو ان سے دوری اختیار کریں، اس پر بھی نہ مانیں تو ہلکی مار ماریں، امید ہے کہ اس طرح وہ اطاعت قبول کرلیں گی۔ اسی طرح اگر شوہر اپنی بیوی سے بے رغبتی برتے، اور اس سے گفت وشنید ختم کردے تو عورت کو چاہیے کہ مصالحت کی کوشش کرے، اور اس سلسلے میں جو طریقہ بہتر ہو اپنائے، امید ہے کہ شوہر اپنی اصلاح کرلے گا، اور بیوی کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی نہیں کرے گا۔

لیکن اگر ایسا نہ ہوا اور ان معاملات میں دونوں کوششیں رائیگاں چلی گئیں، تو یہ معاملات قاضی یا عاقدین کے اولیا کے سامنے پیش کیے جائیں، پھر وہ حضرات دونوں طرف سے ایک ایک حکم بلائیں، اور ان سے معاملات کا تصفیہ کرائیں، اگر عاقدین کے ارادے نیک ہیں، اور حکم بھی اپنی کوششوں میں مخلص ہیں تو اللہ کی مدد شامل حال ہوگی، اور زوجین میں الفت و محبت بحال ہوجائے گی، اور اگر عاقدین ہی ملنا نہیں چاہتے، یا دونوں حکم کی نیتوں میں فتور ہے تو پھر ان کے معاملات اللہ کے سپرد ہیں، وہی مقلب القلوب اور وہی مسبب الاسباب ہے۔ تصفیے کے معاملے میں اس بات کا بھرپور خیال رہے کہ اگر ان کے حق میں صلح بہتر ہو تو جہاں تک ممکن ہوسکے صلح کی کوشش کی جائے، ورنہ زوجین اپنی مرضی سے شریعت کے مطابق دوری اختیار کرلیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مذکورہ بالا تفصیلی گفتگو سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوجاتی ہے کہ اسلامی شریعت طلاق، خلع، فسخ اور تفریق کو سب سے آخری حل گردانتی ہے، اور وہ بھی صرف اس لیے کہ قریب رہتے ہوئے ایک دوسرے کے حقوق کو پامال کرنے سے زیادہ بہتر یہ ہے دور رہ کر آرام اور سکون گزاری جائے۔

اس سے وہ لوگ سبق حاصل کریں جن کی زبان پر پہلا کلمہ طلاق ہوتا ہے، اور وہ بھی تین طلاق، گویا ان کے نزدیک تین طلاق سے نیچے کوئی طلاق ہے ہی نہیں۔ واضح رہے کہ جب حالات انتہائی ناگفتہ بہ ہوجائیں تو آخری حل کے طور پر صرف ایک طلاق احسن ہی کافی ہے، اسی لیے جہاں ساری تدبیریں ناکام ہوجائیں، اور تفریق کے بغیر کوئی چارۂ کار نہ رہے، وہاں صرف اور صرف ایک طلاق احسن پر اکتفا کیا جائے اور بس۔ اللہ رب العزت ہمیں حسن عمل کی توفیق عطا فرمائے، اور قرآنی اصول و ہدایات کے مطابق ازدواجی زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین، یارب العالمین۔

☆☆☆

**(ص:۱۶ کا بقیہ)....** کیا اپنے لیے ایک جھونپڑی نہیں بنا سکتا تھا!

پتا نہیں تھا کہ یہ دن دیکھنے ہوں گے مختصر یہ کہ سر سید کو سخت دلی صدمہ پہنچا اور وہ چند ہی دنوں میں انتقال کر گئے۔ بیٹا جسٹس محمود کو انتقال کی خبر گئی تو اس پر کچھ اثر نہ ہوا۔ سر سید کی تجہیز و تکفین کے لیے ان کا صندوق کھولا گیا تو اس میں سے کچھ نہ نکلا، چنانچہ چندے سے میت اٹھانے کا ارادہ کیا گیا۔ سب سے پہلے سر سید کے قریبی دوست محسن الملک سے رجوع کیا گیا۔

(ایوان اردو دہلی، فروری ۲۰۱۴ء)

ایسے ہی اکبر الہ آبادی مغربی تہذیب و تمدن کے سخت مخالف تھے۔ اس کے باوجود اپنے بیٹے عشرت حسین کو زر کثیر خرچ کر کے ولایت بھیجا مغربی تہذیب سے متاثر ہو کر اس نے اپنے والدین ہی کو بھلا دیا۔ اس نے ایک طنزیہ غزل لکھ کر اپنے بیٹے کو احساس دلانے کی کوشش کی تھی۔ چند اشعار یہ ہیں۔

عشرتی گھر کی محبت کا مزا بھول گئے
کھا کے لندن کی ہوا عہد وفا بھول گئے
پہنچے ہوٹل میں تو پھر عید کی پروا نہ رہی
کیک کو چکھ کے سویّوں کا مزا بھول گئے
بھولے ماں باپ کو اغیار کے چرنوں میں وہاں
سایۂ کفر پڑا نور خدا بھول گئے
بخل ہے اہل وطن سے جو وفا میں تم کو
کیا بزرگوں کی وہ سب جود و عطا بھول گئے

مغربی تہذیب و تعلیم کی تحریک کیوں کہ سر سید احمد خان نے چلائی تھی، اس لیے آخری شعر میں اس پر بھی کاری ضرب ہے۔

حاصل گفتگو یہ ہے کہ تن کے یہ گورے لوگ تہذیب انسانی سے ہمیشہ کورے رہے ہیں۔ وہ ان اطوار کو اپنانے سے ہمیشہ محروم رہے، فطرت انسانی جن سے مانوس ہو اور عقل جسے تسلیم کرلے، ان کی تاریک دنیا میں شرم و حیا، طہارت و پاکیزگی، فہم و فراست، اخلاق و بھائی چارہ کی سحر کبھی طلوع نہ ہوسکی۔ اردو زبان و ادب نے مشرقی خون میں مغربی تہذیب کے جراثیم کو داخل ہونے سے روکنے میں اہم کردار نبھایا ہے اور اس میں بڑی حد تک کامیاب بھی ہوئی ہے۔ ان ساری خرافات کے انجام بد پر بآسانی مواد فراہم ہوجاتا ہے۔ وہیں شاید ہی اردو کے کسی علم بردار نے ان غیر شائستہ رسم و رواج کی حمایت کی ہو۔

ابھی تہذیب کا نوحہ نہ لکھنا
ابھی کچھ لوگ اردو بولتے ہیں

# خدمتِ خلق اور مسلمانوں کے باہمی حقوق

مولانا محمد طارق نعمان گڑنگی

## خدا کی خوشنودی خدمت خلق میں ہے

کامیاب ہیں وہ لوگ جو مخلوقِ خدا کی خدمت کرتے ہیں خدمت انسانیت ہی اصل کام ہے آج کا انسان اطمینان اور سکون کی تلاش میں سرگرداں پھر رہا ہے حالانکہ یہ نعمت مخلوق خدا کی خدمت میں رب نے رکھ دی ہے اور خدمت خلق حقوق العباد کا ایک اہم رکن ہے اللہ پاک فرماتا ہے اگر میری رحمت کی امید کرتے ہو تو میری مخلوق کی خدمت کرو۔

وہ لوگ جو مسکینوں، غریبوں، بے سہارا لوگوں کا خیال کرتے ہیں اللہ پاک انہیں غیب کے خزانوں سے نواز تا ہے اس وقت اللہ کی ایک پیاری بندی کا عجیب واقعہ نقل کیا جا رہا ہے جسے پڑھ کر اور سن کر اللہ کی محبت کی جھلک دکھائی دے گی اور بندی کا رب سے پیار بھرا مکالمہ دلوں کو سکون وقرار بخشے گا۔

ایک بوڑھی عورت کو اللہ سے بہت محبت تھی وہ ہر وقت اسے یاد کرتی راتوں کو اُٹھ کر تہجد پڑھتی۔ اسے اس دُنیا کی چیزوں سے رغبت اور سروکار نہیں تھا وہ ہمیشہ خدا کی طلب میں رہتی۔ یہاں تک کہ اس کے ذہن میں خدا سے ملنے کا خیال آیا اور یہ خیال وقت کے ساتھ ساتھ بڑھتا چلا گیا۔ ایک رات وہ خدا کے دربار میں سربسجود ہوئی اور ان الفاظ میں اپنی خواہش اللہ پاک کے حضور پیش کی : اے میرے خدا! تو جانتا ہے میں تجھ سے کتنا پیار کرتی ہوں۔ تو بہت ہی مہربان ہے اور اپنے بندوں سے محبت کرتا ہے۔ اے میرے پیارے اللہ، میرے کریم اللہ، میرے رحیم اللہ، میرے غفور اللہ اے مالک الملک میری بڑی خواہش ہے کہ میں تیری دعوت کروں اور تو میرے ساتھ آکر کھانا کھائے۔ اسے خواب میں احساس ہوا جیسے خواب میں اسے اللہ پاک کہہ رہا ہے، کہ اللہ پاک شام کو تیرے پاس دعوت کھانے ضرور آئے گا۔

وہ خوشی سے سرشار جب صبح کو بیدار ہوئی تو اس نے گھر میں جمع پونجی کا حساب لگایا اس کے پاس زیادہ رقم نہیں تھی، کچھ رقم وہ اپنے پرس میں ڈال کر بازار گئی۔ چاول اور گھی وغیرہ خرید کر گھر پہنچی اور لذیذ کھانے تیار کرنا شروع کر دیے۔ عصر کے وقت تک وہ تمام کھانے میز پر سجا چکی تھی ہر گزرتے لمحے کے ساتھ اسے انتظار تھا کہ اللہ پاک کسی بھی وقت اس کے گھر قدم رنجہ فرما سکتا ہے۔ تھوڑی دیر میں اس کے گھر کے دروازے پہ دستک ہوئی تو وہ دروازے کی طرف تیزی سے لپکی اور جیسے ہی دروازہ کھولا، اس نے ایک فقیر کو دیکھا جو کہہ رہا تھا، اس نے کئی دنوں سے کھانا نہیں کھایا۔ خدا ترس ہونے کے ناتے بوڑھی عورت اس فقیر کو خالی ہاتھ نہ لوٹا سکی اس نے اسے اندر آنے کی اجازت دی اور میز پر لا بٹھایا۔ فقیر نے زندگی بھر ایسا لذیذ کھانا نہ کھایا تھا وہ کھانے پر ٹوٹ پڑا اور جو کچھ سامنے پڑا تھا چٹ کر گیا۔

بوڑھی عورت کو ذرا سی پریشانی ہوئی کہ اب کیا کرے۔ اس نے اپنے پرس کا جائزہ لیا اور بچی کچھی رقم لے کر بازار چلی گئی۔ چند چیزیں خرید کر گھر لائی اور پھر سے اللہ پاک کے لیے کھانا تیار کیا اور میز پر سجا دیا تھوڑی دیر گزری دروازے پر پھر دستک ہوئی، بُڑھیا نے پھر دروازہ کھولا اور دروازے پر کالی بھجنگ عورت کو باہر کھڑا پایا اس کے منہ میں دانت نہ تھے اور دونوں کانوں سے بہری تھی وہ اونچی اور سخت آواز میں کہہ رہی تھی کہ تم اگر اللہ پر یقین رکھتی ہو تو مجھے واپس نہ بھیجنا، مجھے سخت بھوک لگی ہے۔

اس کے باوجود کہ بوڑھی کے پاس رقم نہ بچی تھی۔ وہ انکار نہ کر سکی اس نے فقیرنی کو کھانے کی میز پر لا بیٹھایا۔ اس نے کھا پی کر شکر ادا کیا اور چلتی بنی، سورج غروب ہو چکا تھا شام کے سائے گہرے ہوتے جا رہے تھے۔ عورت سوچ میں پڑھ گئی کہ اب کیا کرے؟ اگر اللہ پاک اس کے گھر آتا ہے تو وہ اس کی خاطر مدارت کیسے کرے گی۔ اس کے پاس جو تھوڑے پیسے تھے وہ ختم ہو چکے تھے۔ اس نے گھر کو کھنگالا تو چاندی کا ایک پرانا کٹورا ملا جو اس کی نانی کے زمانے کا تھا وہ اس کے بزرگوں کی یادگار تھی اس نے وہ کٹورا لیا بازار میں جا کر بیچ دیا اور وہاں سے اشیائے خورد و نوش خریدا اور کھانے کی میز پر سجا کر اللہ پاک کا انتظار کرنے بیٹھ گئی۔

عشا کا وقت ہو چکا تھا۔ انتظار لمبا ہوتا چلا گیا، رات گہری سناٹوں میں اترتی جا رہی تھی۔ آخر کار دروازے پر دستک ہوئی اس کے دل کی تار تیزی سے بجنے لگے، اسے یہ محسوس ہوا کہ وہ لمحہ آخر آن پہنچا جس کا وہ انتظار کر رہی تھی۔ چہرے پر خوشی اور اداسی کے احساسات سجائے دروازے کی

طرف لپکی۔ جیسے ہی اس نے دروازہ کھولا اس نے دیکھا کہ ایک ملنگ دروازے پہ کھڑا ہے اور کھانے کا سوال کر رہا ہے عورت نے مشکل سے اپنے آنسو روکے اور سوچ میں پڑھ گئی وہ کیا کرے لیکن وہ خداترس اور مہمان نواز عورت تھی۔ اس نے زندگی میں کبھی انکار نہیں کیا تھا، اس نے ملنگ کو گھر میں آجانے کے لیے کہا۔ ملنگ نے آکرکے جی بھر کے کھانا کھایا عورت کو دعائیں دیں اور رخصت ہو گیا۔ ملنگ کے جانے کے بعد عورت پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی اور کہنے لگی خدایا بازار بند ہو چکا ہے جمع پونجی بھی ختم ہو گئی کچھ نہیں بچا وہ خدا کے حضور سجدہ ریز ہوئی گڑگڑا کر آہ وزاری کرنے لگی ...اے میرے مالک آخر کیا وجہ ہے تو وعدے کے باوجود نہیں آیا اسی کیفیت میں اسے مصلے پہ نیند آگئی۔ اس نے خواب میں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے: اے میری بندی میں تیری مہمان نوازی سے اتنا لطف اندوز ہوا ہوں کہ تین بار تیرے گھر آچکا ہوں۔

یہاں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ خدا کی خوشنودی خدمت خلق میں ہے ۔

روایات میں آتا ہے کہ قیامت کے دن اللہ پاک بخشش کے طلبگار ایک مسلم سے کہے گا: اے میرے بندے میں بھوکا تھا تو نے مجھے کھانا نہ کھلایا، میں بیمار تھا تو نے میری بیمار پرسی نہ کی، میں ضرورت مند تھا تو نے میری حاجت روائی نہ کی ...بندہ اللہ سے کہے گا اے میرے پروردگار! یہ کیسے ہو سکتا ہے تو بیمار ہو یا تجھے بھوک لگے یا تجھے کسی چیز کی حاجت ہو۔ اللہ پاک فرمائے گا فلاں موقع پر میرا ایک بندہ تیرے پاس کھانے کی طلب لے کر آیا تھا، فلاں موقع پر ایک بندہ بیمار ہوا اور فلاں موقع پر تیرے پاس حاجت روائی کے لیے میرا وہ بندہ آیا تھا۔ تو ان کی خدمت کرتا آج تیرے لیے جنت کے دروازے کھول دیے جاتے۔ یہاں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نجات کا سبب ہے مخلوق خدا کی خدمت۔ ہمیں چاہیے کہ ہم رب کو خوش کرنے کے لیے اس کی مخلوق کی بغیر کسی اغراض ومقاصد کے خدمت کریں اور اپنے تمام وسائل خدمت خلق کے لیے بروئے کار لائیں اس لیے کہ اللہ کی رضا خدمت خلق میں ہے۔

## مسلمانوں کے باہمی حقوق

دین اسلام ایک ایسا مذہب ہے جس میں تمام مخلوقات کے حقوق آپ کو ملیں گے اور حقوق مسلم کی بھی کثرت سے روایات ملتی ہیں آئیے آپ کو نبی پاک ﷺ کے دربار میں لے چلتے ہیں اور احادیث کی روشنی میں حقوق مسلم کو بیاں کرنے کی کوشش کرتے ہیں

**چھ حقوق مسلمان کے مسلمان پر:** حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر چھ حقوق ہیں :

جب ملاقات ہو تو اس کو سلام کرے، جب دعوت دے تو اس کی دعوت قبول کرے، جب اسے چھینک آئے تو اس کے جواب میں ”یرحمک اللہ“ کہے، جب بیمار ہو تو اس کی عیادت کرے، جب انتقال کر جائے تو اس کے جنازہ کے ساتھ جائے اور اس کے لیے وہی پسند کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے (ابن ماجہ)

**محبت پیدا کرنے والا عمل:** حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم جنت میں نہیں جاسکتے جب تک مؤمن نہ ہو جاؤ (یعنی تمھاری زندگی ایمان والی زندگی نہ ہو جائے) اور تم اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے جب تک آپس میں ایک دوسرے سے محبت نہ کرو۔ کیا میں تمہیں وہ عمل نہ بتادوں جس کے کرنے سے تمھارے درمیان محبت پیدا ہو جائے؟ (اور وہ یہ ہے) سلام کو آپس میں خوب پھیلاؤ۔

**خدا کے قرب کا حصول:** حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: لوگوں میں اللہ تعالیٰ کے قرب کا زیادہ مستحق وہ ہے جو سلام کرنے میں پہل کرے (ابوداؤد)

**گھر میں دخول اور اجازت کا اصول:** حضرت عطا بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک ﷺ سے ایک شخص نے پوچھا: یارسول اللہ! کیا میں اپنی ماں سے ان کی جائے رہائش میں داخل ہونے کی اجازت طلب کروں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہاں! اس شخص نے عرض کیا، میں ماں کے ساتھ ہی گھر میں رہتا ہوں آپ ﷺ نے فرمایا: اجازت لے کر ہی جاؤ۔ اس شخص نے عرض کیا، میں ہی ان کا خادم ہوں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اجازت لے کر ہی جاؤ کیا تمہیں اپنی ماں کو برہنہ حالت میں دیکھنا پسند ہے؟ اس شخص نے عرض کیا: نہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تو پھر اجازت لے کر ہی جاؤ۔

**مہمان کا اکرام:** حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اس کو چاہیے کہ اپنے مہمان کا اکرام کرے آپ ﷺ نے یہ بات تین مرتبہ ارشاد فرمائی: ایک شخص نے عرض کیا یارسول اللہ! مہمان کا اکرام کیا ہے؟ ارشاد فرمایا: تین دن ہے۔ تین دن کے بعد اگر مہمان رہا تو میزبان کا مہمان کو کھلانا اس پر احسان ہے یعنی تین دن کے بعد کھانا نہ کھلانا بے مروتی میں داخل نہیں۔ (مسند احمد)

**بیمار کی تیمارداری اور جہنم سے آزادی:** حضرت انس بن

مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص اچھی طرح وضو کرتا ہے پھر اجر وثواب کی امید رکھتے ہوئے اپنے مسلمان بھائی کی عیادت کرتا ہے اس کو دوزخ سے ستر خریف دور کر دیا جاتا ہے ۔ حضرت ثابت بنانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا: ابوحمزہ! خریف کسے کہتے ہیں؟ فرمایا: سال کو کہتے ہیں یعنی ستر سال کی مسافت کے بقدر دوزخ سے دور کر دیا جاتا ہے۔(ابوداؤد)

**پیارے رسول کی پیاری وصیت:** حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں اپنے بعد والے خلیفہ کو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ اور اسے مسلمانوں کی جماعت کے بارے میں یہ وصیت کرتا ہوں کہ وہ مسلمانوں کے بڑوں کی عزت کرے، ان کے چھوٹوں پر رحم کرے، ان کے علما کی عزت کرے، ان کو ایسا نہ مارے کہ ان کو ذلیل کردے، ان کو ایسا نہ ڈرائے کہ ان کو کافر بنادے، ان کو خصی نہ کرے کہ ان کی نسل کو ختم کردے اور اپنا دروازہ ان کی فریاد کے لیے بند نہ کرے کہ اس کی وجہ سے قوی لوگ کمزوروں کو کھاجائیں یعنی ظلم عام ہوجائے(بیہقی)

**سفید بالوں کا کمال:** حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نے ارشاد فرمایا: سفید بالوں کو نہ اکھیڑا کرو۔ کیوں کہ یہ قیامت کے دن نور کا سبب ہوں گے۔ جو شخص حالت اسلام میں بوڑھا ہوتا ہے یعنی جب کسی مسلمان کا ایک بال سفید ہوتا ہے تو اس کی وجہ سے اس کے لیے ایک نیکی لکھ دی جاتی ہے، ایک گناہ معاف کردیا جاتا ہے اور ایک درجہ بلند کردیا جاتا ہے۔(ابن حبان)

**ظالم اور مظلوم کی مدد کر:** حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اپنے مسلمان بھائی کی ہر حالت میں مدد کیا کرو خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم۔ ایک شخص نے دریافت کیا: یارسول اللہ! مظلوم ہونے کی حالت میں تو میں اس کی مدد کروں گا یہ بتایئے کہ ظالم ہونے کی صورت میں اس کی کیسے مدد کروں؟ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس کو ظلم سے روک دو کیونکہ ظالم کو ظلم سے روکنا ہی اس کی مدد ہے۔(بخاری)

**گناہ گار جنت میں عابد دوزخ میں:** حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: بنی اسرائیل میں دو دوست تھے۔ ایک ان میں گناہ کیا کرتا تھا اور دوسرا خوب عبادت کیا کرتا تھا۔ عابد جب بھی گناہ گار کو گناہ کرتے ہوئے دیکھتا تو اس سے کہتا کہ گناہ سے رک جا۔ ایک دن اسے گناہ کرتے ہوئے دیکھا تو پھر کہا کہ باز آجا۔ اس نے کہا کہ مجھے میرے رب پر چھوڑدے (میں جانوں میرا خدا جانے) کیا تجھ کو مجھ پر نگران بنا کر بھیجا گیا ہے؟ عابد نے (غصہ میں آکر) کہا اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ تیری مغفرت نہیں کرے گا، یا یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ تجھے جنت میں داخل نہیں کرے گا۔ پھر دونوں کا انتقال ہوگیا اور (عالم ارواح) میں دونوں اللہ تعالیٰ کے سامنے جمع ہوگئے۔ اللہ تعالیٰ نے عابد سے پوچھا: کیا تم میرے بارے میں جانتے تھے (کہ میں معاف نہیں کروں گا) یا معاف کرنا جو میرے قبضے میں ہے کیا تمہیں اس پر قدرت حاصل تھی (کہ تم مجھے معاف کرنے سے روک دو کہ جو دعویٰ کہ اللہ تعالیٰ تیری مغفرت نہیں کرے گا) اور گناہ گار سے ارشاد فرمایا: میری رحمت سے جنت میں چلا جا (اس لیے کہ وہ رحمت کا امیدوار تھا) اور عابد کے بارے میں (فرشتوں سے) فرمایا کہ اسے دوزخ میں لے جاؤ۔(ابوداؤد)

**میت کے عیوب کو چھپانا:** حضرت ابورافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص میت کو غسل دیتا ہے اور اس کے ستر کو اور اگر کوئی عیب ہو تو اس کو چھپاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے چالیس بڑے گناہ معاف فرمادیتا ہے۔ اور جو اپنے بھائی (کی میت) کے لیے قبر کھودتا ہے اور اس کو اس میں دفن کرتا ہے تو گویا اس نے (قیامت کے دن) دوبارہ زندہ اٹھائے جانے تک اس کو ایک مکان میں ٹھہرادیا یعنی اس کو اس قدر اجر ملتا ہے جتنا کہ اس شخص کے لیے قیامت تک مکان دینے کا اجر ملتا۔(طبرانی، مجمع الزوائد)

**مثل المومنین، کمثل الجسد:** حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مسلمانوں کی مثال ایک دوسرے سے محبت کرنے، ایک دوسرے پر رحم کرنے اور ایک دوسرے پر شفقت ومہربانی کرنے میں بدن کی طرح ہے۔ جب اس کا ایک عضو بھی دکھتا ہے تو اس دکھن کی وجہ سے بدن کے باقی سارے اعضا بھی بخار وبے خوابی میں اس کے شریک حال ہوجاتے ہیں (مسلم)

**ہدیہ دیا کرو:** حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایک دوسرے کو ہدیہ دیا کرو، ہدیہ دلوں کی رنجش کو دور کرتا ہے۔ کوئی پڑوسن اپنی پڑوسن کے ہدیہ کو حقیر نہ سمجھے اگرچہ وہ بکری کے کھر کا ایک ٹکڑا ہی کیوں نہ ہو۔(ترمذی)

جملہ احادیث کی روشنی سے یہ ثابت ہوا کہ یہ تمام کام مسلمانوں کو کرنے چاہییں ان کی وجہ سے حقیقی مسلمان کی پہچان ہوتی ہے نبی پاک ﷺ کے پاک فرامین ہمارے لیے مشعل راہ ہیں جب ان پر عمل کرنے کی کوشش کریں گے تو میرا خدا اپنے بندے سے راضی ہوجائے گا اور خدا خود کہے گا کہ اے میرے بندے میں تجھ سے راضی ہوگیا۔☆☆

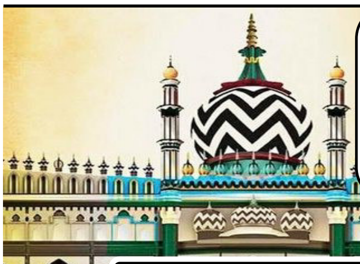

# امام احمد رضا-ترجمانِ فکرِ اسلامی

غلام مصطفیٰ رضوی

**داعیانہ** فہم و فراست کے ساتھ امام احمد رضا محدث بریلوی (۱۸۵۶ء-۱۹۲۱ء) نے دین متین کی خدمت کا فریضہ انجام دیا۔ جس کے باعث آپ کی خدمات میں وسعت و گہرائی اور گیرائی ہے، ساتھ ہی تحقیق و تدقیق اور فکر و شعور کی بالیدگی بھی ہے۔ آپ کی تحقیقات علمیہ سے استفادہ کرکے قوم کی تعمیر و ترقی کا فریضہ انجام دیا جا سکتا ہے۔ آپ نے ایسے دور میں جب کہ انگریزی اقتدار سے یاسیت کے اندھیرے چھا چکے تھے اپنے حوصلہ افزا افکار سے قوم کے وجود کو تاب ناک بنادیا۔

افقِ ہندستان پر جتنی تحریکیں ابھریں خواہ وہ دینی ہوں یا سیاسی، سماجی ہوں ہو یا تعلیمی یا فکری ان تمام سے متعلق امام احمد رضا کے افکار قرآن، حدیث اور تعلیمات سلف وصالحین کی روشنی میں قوم کی رہ نمائی کرتے ہیں۔ یہی سبب ہے کہ آپ کی خدمات سے استفادہ امت مسلمہ میں دینی بیداری اور باطل نظریات کے تدارک میں معاون اور ممکن العمل ہے۔ آپ نے قرآن مقدس کے چشمۂ صافی سے استفادہ کیا۔ کسی بھی علم و فن کی معاملہ ہو، آپ ہر ایک میں قرآن مقدس کو ہی اپنا رہ نما بناتے ہیں، اسی سے رجوع و استفادہ کی ترغیب و تعلیم دیتے ہیں۔ اپنے معاصر دانش ور پروفیسر حاکم علی بی اے کو نصیحت آمیز انداز میں قرآنی احکام سے رجوع کی تعلیم دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

”محب فقیر سائنس یوں مسلمان نہ ہوگی کہ اسلامی مسائل کو آیات و نصوص میں تاویلات دور از کار کرکے سائنس کے مطابق کرلیا جائے۔ یوں تو معاذاللہ اسلام نے سائنس قبول کی، نہ کہ سائنس نے اسلام۔ وہ مسلمان ہوگی تو یوں کہ جتنے اسلامی مسائل میں اسے خلاف ہے سب میں مسئلہ اسلامی کو روشن کیا جائے۔ دلائل سائنس کو مردود و پامال کردیا جائے۔ جابجا سائنس ہی کے اقوال سے اسلامی مسئلہ کا اثبات ہو۔“ (نزول آیات فرقان بسکون زمین وآسمان، ص ۵۶، ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ۲۰۰۵ء)

۱۹ ویں صدی میں ہندستان پر قبضے کے بعد انگریز نے مسلمانوں کو ہر طریقے سے تباہ کرنے کے لیے لائحۂ عمل بنایا۔ داخلی و خارجی طور پر جو کچھ سازشیں اپنائی گئی تھیں ان کے زیر اثر مسلمان نیم جاں ہو چکے تھے۔ علم و فن، سیاست و تمدن کی راہ سے بھی اسلامی فکر و بصیرت چھیننے کے لیے انگریز نے ہر حربہ آزمایا۔ نظام تعلیم میں لادینی افکار رائج کیے گئے جس سے الحاد و بے دینی کو راہ ملی، اقبال نے اسی تناظر میں کہا تھا:

خوش تو ہیں ہم بھی جوانوں کی ترقی سے مگر
لب خنداں سے نکل جاتی ہے فریاد بھی ساتھ
ہم سمجھتے تھے کہ لائے گی فراغت تعلیم
کیا خبر تھی کہ چلا آئے گا الحاد بھی ساتھ

علم و فن کا جو تصور اسلام نے دیا اس کا مطالعہ یہ واضح کرتا ہے کہ دنیا میں جو کچھ علم و فن کی بہاریں ہیں وہ مسلم علما و محققین، اصحابِ علم و فن کی ہی بدولت ہیں۔ اسلام کے مقابل جتنے علوم رائج کیے گئے ان میں عمومی طور پر انسانیت کے لیے تباہی و بربادی کا پیغام ہے۔ دوسری طرف طبعی و سائنسی علوم کے ذریعے مسلمانوں نے وہ اصول و مبادیات وضع کیے جن سے ترقی کی راہیں ہم وار ہوئیں۔ جب کہ اسی راہ پر جب یورپ چلا تو دنیا نے ایٹم کے منفی استعمال کا وہ تجربہ جھیلا جس سے انسانی قبا تار تار ہو کر رہ گئی۔ سائنس جب تک اسلامی تعلیمات کی روشنی میں اپنا سفر طے کرے گی، راحت پہنچائے گی۔ امام احمد رضا نے در حقیقت سائنس کو اسلام کا خادم بنادیا۔ قرآن مقدس کی روشنی میں سائنس اور دوسرے علوم کی جانچ و پرکھ کا جو ضابطہ عطا کیا وہ آج بھی ہمارے لیے لائق عمل اور رہ نما ہے۔

یورپی نومسلم دانش ور ڈاکٹر محمد ہارون، سابق پروفیسر کیمبرج یونی

ورسٹی(م۲۰۰۸ء)نے مشاہدہ و مطالعہ کے بعد کہا تھا:"آپ (امام احمد رضا) کا نظریہ تھا کہ سائنس کو کسی طرح بھی اسلام سے فائق اور بہتر تسلیم نہیں کیا جا سکتا اور نہ ہی کسی اسلامی نظریے، شریعت کے کسی جزیا اسلامی قانون سے گلو خلاصی کے لیے اِس کی کوئی دلیل مانی جا سکتی ہے۔ اگر چہ وہ (امام احمد رضا) خود سائنس میں خاصی مہارت رکھتے تھے لیکن اگر کوئی اسلام میں سائنس سے مطابقت پیدا کرنے کے لیے کوئی تبدیلی لانا چاہتا تھا آپ اُسے ٹھوس علمی دلائل سے جواب دیتے تھے۔" (امام احمد رضا کی عالمی اہمیت، ص۸۔۹، نوری مشن مالیگاؤں)

امام احمد رضا نے انگریز کی سازشوں اور اُن کے اسلام مخالف منصوبوں سے قوم کو باخبر کرنے کی غرض سے علم و فن کے درجنوں گوشوں پر اعلیٰ معیار کی کتابیں تصنیف فرمائیں۔ وہ تصور علم دیا جس میں عزم محکم ہے، حوصلۂ تابندہ ہے۔ آپ کی علمی تنقیدات سے اسلامی علوم کی عظمت اور صیہونی علوم کی اصلیت ظاہر ہو جاتی ہے، فرماتے ہیں:

'یورپ والوں کو طریقۂ استدلال اصلاً نہیں آتا۔"

(نزول آیات فرقان، ص۵۵)

اہل یورپ(یہود و نصاریٰ) کا ہر کام چاہے ایجادات و اختراعات سے متعلق ہو یا سیاسی و سماجی مسائل سے متعلق ہو، اسلام دشمنی کا مظہر ہوتا ہے۔ انھیں استدلال کی اسی لیے تمیز نہیں کہ استدلال سے اسلام کی حقانیت و سچائی کا نور پھوٹتا ہے، بے شک! استدلال کی قوت اسلام میں ہے۔ اسلام سے رجوع میں ہی نجات ہے، اسی میں کامیابی ہے، اسی تناظر میں درج ذیل تصانیف رضا کا مطالعہ اور ان میں غور و خوض قوم کے تعلیمی و تعمیری ورثہ میں ترقی کا سبب بنے گا، ارباب علم و فکر ان تصانیف سے استفادہ کر کے قومی عروج و ترقی کے لیے ذہن سازی کریں:

(۱)المحجة المؤتمنة في آية الممتحنة... تفسیری مباحث پر مبنی یہ کتاب ہندستان کے سیاسی حالات میں مسلمانوں کی اسلامی فکر سازی کا پیش خیمہ ثابت ہوئی- مطبوعہ رضا اکیڈمی ممبئی

(۲)كفل الفقيه الفاهم في احكام قرطاس الدراهم ...عمرانیات و معاشیات کے موضوع پر عربی زبان میں تحریر کی، اردو ترجمہ بھی شایع ہے- مطبوعہ رضا اکیڈمی ممبئی

(۳)كشف العِلة عن سمت القبلة... ہیئت و فلکیات کے موضوع پر اہم کتاب- مطبوعہ بریلی و کراچی و ممبئی

(۴)فوز مبین در رد حرکت زمین ...حرکت زمین کے رد میں اسلامی سائنسی اصولوں پر مبنی ناقابل تردید دلائل سے آراستہ کتاب، مغربی فلاسفہ کے لیے آج بھی ایک علمی چیلنج- مطبوعہ بریلی و ممبئی و کراچی

(۵)نزول آیات فرقان بسکون زمین و آسمان ...قرآنی دلائل سے مزین ایمان افروز کتاب- مطبوعہ ممبئی و کراچی

(۶)الكلمة الملهمه في الحكمة المحكمة ...فلاسفہ کے قدیم افکار کے رد میں تصنیف کی- مطبوعہ ممبئی و کراچی

(۷) معین مبین بھر دور شمس و سکون زمین ...سائنسی موضوع پر امریکی ہیئت داں البرٹ ایف پورٹا کی پیش گوئی کے رد میں سائنسی استدلال سے مزین تحریر- مطبوعہ بریلی و ممبئی و کراچی

(۸) رسالہ در علم لوگارثم...Logarithm پر علمی دقائق سے پر تحریر- مطبوعہ ممبئی و کراچی

(۹) مقامع الحديد على خدالمنطق الجديد...فلاسفہ و سائنس کے طبعی افکار پر اسلامی فکر و نظر کی توضیح- مطبوعہ مبارک پور، بریلی، ممبئی و لاہور

یہ صرف ایک جھلک ہے، تصانیف رضا جن کی تعداد ہزار کے لگ بھگ ہے ان میں علم و تحقیق کا دریا رواں دواں ہے، درجنوں علمی مباحث قلم رضا سے تحریر ہو کر منصۂ شہود پر آئے ہیں۔ خوشہ چینانِ بزم علم و فن نے مطالعہ و تجزیہ کے بعد اسلوبِ رضا، علم رضا، فکر رضا، نثر و نظم رضا کا کھلے طور پر اعتراف کیا ہے اورآپ کو اپنے عہد کا "عبقری" اور "نابغہ" مانا ہے جب کہ تحقیقاتِ رضویہ کا فیضان علمی آج بھی رہ بر و رہ نما ہے۔ مجموعہ فتاویٰ "فتاویٰ رضویہ" (قدیم ۱۲؍ جلدیں- جدید ۳۰؍ جلدیں) تو علم و فن کا انسائیکلوپیڈیا ہے۔ جس کی گہرائی و گیرائی سے متعلق مولانا کوثر نیازی فرماتے ہیں:

"فقہ حنفی میں ہندستان میں دو کتابیں مستند ترین ہیں۔ ان میں سے ایک "فتاویٰ عالمگیریہ" ہے جو دراصل چالیس علما کی مشترکہ خدمت ہے۔ دوسرا "فتاویٰ رضویہ" ہے جس کی انفرادیت یہ ہے کہ جو کام چالیس علما نے مل کر انجام دیا وہ اس مرد مجاہد نے تنہا کر کے دکھا دیا۔ اور یہ مجموعہ "فتاویٰ رضویہ" "فتاویٰ عالمگیریہ" سے زیادہ جامع ہے۔ اور میں نے جو آپ کو امام ابو حنیفہ ثانی کہا ہے وہ صرف

محبت یا عقیدت میں نہیں کہا بلکہ "فتاویٰ رضویہ" کا مطالعہ کرنے کے بعد یہ بات کہہ رہا ہوں کہ آپ اس دور کے ابو حنیفہ ہیں۔ آپ کے فتاویٰ میں مختلف علوم وفنون پر جو بحثیں کی گئی ہیں ان کو پڑھ کر بڑے بڑے علما کی عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ کاش کہ اعلیٰ حضرت کی حیات اس دور کو میسر آجاتی تاکہ آج کل کے پے چیدہ مسائل حل ہوسکتے۔ کیوں کہ آپ کی تحقیق حتمی ہوتی، مزید کی گنجائش نہ ہوتی۔"

(امام احمد رضا ایک ہمہ جہت شخصیت، ص ۳۰-۳۳، رضا اسلامک مشن بنارس)

فکر رضا کا ایک اہم نکتہ "وقت" کا صحیح ودرست استعمال ہے۔ آپ کی زندگی وقت کی قدر ظاہر کرتی ہے۔ جس قدر دینی وعلمی اور تحقیقی کام آپ نے انجام دیے انھیں دیکھا جائے تو حیرت بڑھتی جاتی ہے، اور آپ پر اللہ کریم کی عطا و نوازش کا جلوہ کھل کر سامنے آجاتا ہے۔ آپ نے ایسے عہد میں جب کہ انگریز نے اغوائے فکر کے تمام حربے آزما ڈالے تھے اسلامی عقائد وتعلیمات کی حفاظت وصیانت کے لیے ہزار کے قریب لٹریچر قوم کو عطا کر کے وقت کی قدر سکھائی ہے۔ آپ کے نزدیک باطل عقائد سے پر کتابوں کا مطالعہ ناروا اور مضر ہے اور ان میں انہماک تضییع اوقات ہے۔ امام احمد رضا ایسی تعلیم میں مشغول ہونا فضول اور حرام قرار دیتے ہیں، فرماتے ہیں:

"جو چیز اپنا دین وعلم بقدر فرض سیکھنے میں مانع آئے حرام ہے اس طرح وہ کتابیں جن میں نصاریٰ کے عقائد باطلہ مثل انکار وجود آسمان وغیرہ درج ہیں ان کا پڑھنا بھی روا نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔"

(فتاویٰ رضویہ (جدید) جلد ۲۳، ص ۵۳۳، برکات رضا پور بندر گجرات)

موجودہ حالات میں جب کہ علم وفن حاصل کیے بغیر اسلام مخالف نظریات کا مقابلہ نہیں کیا جاسکتا ضروری ہے کہ مسلمان قرآن کے آئینے میں ہر علم وفن میں موشگافی کریں۔ دین کا علم پہلے حاصل کریں، اور پھر جدید علوم سائنس و فلسفہ، معاشیات و سیاسیات، سماجیات و عمرانیات، حیاتیات وطبیعیات سبھی میں آگے بڑھیں، امام احمد رضا کی مبارک زندگی اس کی مثال ہے کہ ہر ہر علم وفن میں آپ یکتائے روزگار نظر آتے ہیں۔ آپ نے عہد غلامی میں حوصلہ افزا تاریخ رقم کی۔ سیوطی و غزالی، رازی و ابن عربی، مجدد الف ثانی و شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے علم کی یاد تازہ کردی۔ گزری کئی صدیوں میں آپ جیسی تہ دار اور ہمہ جہت شخصیت کوئی اور نظر نہیں آتی۔ آپ کے معاصرین، یا متاخرین کی تصانیف کی علمیت اپنی جگہ لیکن جیسی تحقیقی بصیرت تحقیقات رضویہ میں ہے اسے منفرد و ممتاز اور فائق ہی کہا جا سکتا ہے۔ اور پھر آپ کی تحقیقات و تحریرات میں موجودہ عہد کے مسائل کا حل موجود ہے اس لیے ایک صدی گزر جانے کے بعد بھی تصانیف رضا کی افادیت کم نہ ہوئی بلکہ زمانے کو ان کی ضرورت ہے۔ ان میں اسلاف کرام کی صدیوں کی کاوشات کا نچوڑ ہے۔

اسلامی بنیادوں پر سائنسی علوم کے احیا و فروغ کے لیے فکر رضا کی روشنی میں تلامذہ و خلفائے رضا نے بھی نمایاں کردار ادا کیا۔ مقصد یہی تھا کہ مسلمان جدید فتنوں کے مقابلہ کے لیے معاصر علوم سے آگاہ ہو کر اسلامی تعلیمات پر استقامت اختیار کرلیں۔ اسلام کے عظیم داعی شاگرد رضا مولانا عبدالعلیم میرٹھی رضوی فرماتے ہیں:

"رائل ایشیاٹک سوسائٹی آف شنگھائی( Royal Asiatic Society of Shanghai ) کے ایک اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے میں نے واضح کیا تھا کہ سائنس اور مذہب کے باہمی تضاد کا مفروضہ صرف غلط فہمیوں کی بنیاد پر ہے اور مجھے انتہائی مسرت ہوئی کہ میری اس بات کو غیر معمولی طور پر سراہا گیا۔ بلا شبہہ جن لوگوں کے نزدیک مذہب اور سائنس کے مابین تضاد موجود ہے وہ حقیقتاً مذہبی نظریہ کو غلط معانی دیتے ہیں، وہ دراصل مذہب نہیں ہے وہ دیومالائی قصے ہیں اور توہمات کے سوا کچھ نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ مذہب بہ ذات خود ایک سائنس ہے۔"(سائنس کے فروغ میں مسلمانوں کا حصہ، مترجم رضا فاروقی، مشمولہ تبرکات مبلغ اسلام، ص ۴۹۱، اویسی بک اسٹال گوجراں والہ ۲۰۰۴ء)

سائنس کا مطالعہ جب بھی قرآن کی روشنی میں کیا جائے گا اسلام کا حسن نکھر کر سامنے آئے گا، اسلام کی سچائی ذہن وفکر کی بزم کو روشن و منور کردے گی۔ امام احمد رضا نے سائنس کی اسی مثبت حیثیت کو اجاگر کر کے قرآن سے مسلمانوں کو قریب کیا ہے۔ اور آپ کی مقبولیت کا یہ بھی ایک سبب ہے جس کی بنیاد پر اسلامی معاشرہ میں امام احمد رضا کے نام و کام کی گونج سنائی دیتے رہتی ہے۔ نومسلم ڈاکٹر محمد ہارون نے اسلامی حکمت و دانائی کے تناظر میں مشنِ رضا کی اس خوبی کو اپنے مقالہ Islam and Limits of Science میں ان الفاظ میں اجاگر کیا ہے:

"ہمارا بنیادی مقصد بہر صورت یہ ہونا چاہیے کہ ہمیں پیغمبر اسلام ﷺ کی حکمت و دانائی کو دوبارہ سے بحال کرنا ہے، یہ مقصد حیات حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا تھا اور یہی نظریہ

تمام اسلامیان اہل سنت کا ہونا چاہیے۔"

(اسلام اور سائنس کے حدود، ص ۴۸، رضا اکیڈمی برطانیہ ۲۰۰۶ء)

یاد رکھیے! کام یابی و کامرانی صرف اسلام میں ہے، اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے میں ہے، امام احمد رضا کے نزدیک اسلامی احکام کو فوقیت حاصل تھی، وقت اور حالات کے دھارے اسی سبب آپ کی فکر کو زیر نہ کر سکے، آپ کی اسلامی حمیت کو ختم نہ کر سکے، اکابر نے باطل کی تیز و تند آندھیوں سے چمن اسلام کی حفاظت کی خاطر جو قربانیاں پیش کیں انھیں کی جھلک امام احمد رضا نے زمانے کو دکھلا دی، حکیم محمد حسین بدر علیگ نے سچ کہا: "آپ نے وہی فریضہ ادا کیا جو حضرت مجدد الف ثانی اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہا اللہ نے اپنے وقت میں انجام دیا تھا۔"

(سات ستارے، ص ۴۲، کنز الایمان سوسائٹی ۲۰۰۶ء)

امام احمد رضا نے مسلمانوں کی معاشی و تعلیمی، اعتقادی و فکری رہ نمائی کی غرض سے ۱۳۳۱ھ/۱۹۱۲ء میں ۴/ نکاتی منصوبہ "تدبیر فلاح و نجات واصلاح" اور ۱۳۳۰ھ / ۱۹۱۱ء میں دس نکاتی منصوبہ (مطبوعہ فتاویٰ رضویہ، رضا اکیڈمی ممبئی، جلد ۱۲) پیش کیا جس کا مقصد مسلمانوں میں اسلامی بصیرت کے ساتھ ساتھ تعلیمی استعداد و لیاقت پیدا کرنی تھی، اس منصوبے کی اسی دور میں اشاعت ہوئی، راقم نے اپنے ایک مقالے میں ان منصوبوں کا تجزیہ علمی و تعلیمی نقطۂ نظر سے کیا ہے...

بہر کیف! ان نکات میں قومی لحاظ سے رہ نمائی کا وہ ضابطہ موجود ہے جس میں آفاقیت کے ساتھ ساتھ قوت عمل کی تحریک بھی ہے۔ اس وقت کے سیاسی حالات جن میں ایمانی بصیرت کے خاتمہ کے سامان کیے جا چکے تھے ان نکات میں حوصلہ افزا فکر کے ساتھ ساتھ اسلامی تشخص کا مکمل دستور بھی ملحوظ رکھا گیا، ان نکات کی بابت برطانوی دانش ور ڈاکٹر محمد ہارون لکھتے ہیں:

"یہ تعلیمی پالیسی خواہ وہ ہمارے اپنے اداروں کا نظام تعلیم ہو یا دیگر لوگوں کا مقرر کردہ نظام تعلیم ہو، ہر ایک کے لیے یک ساں اہمیت کی حامل ہے۔ اگرچہ امام احمد رضا نے یہ نکات تقریباً ایک صدی قبل پیش فرمائے تھے، لیکن ان کی اہمیت اور افادیت سے آج کے موجودہ نظام تعلیم میں بھی انکار نہیں کیا جا سکتا۔" (امام احمد رضا کے جدید اصلاحی اسلامی تعلیمی نظریات، ص ۱۹، رضا اکیڈمی یو کے ۲۰۰۵ء)

امام احمد رضا کی سیاسی رہ نمائی بھی قرآن کے آئینے میں تھی۔ یہی وجہ ہے کہ وہ تحریکات جن کی امام احمد رضا نے مخالفت کی تھی وقت اور حالات نے ان کی اصلیت کھول کر رکھ دی۔ دنیا نے دیکھا کہ جن بنیادوں پر امام احمد رضا کی مخالفت کی گئی تھی وہ کھوکھلی تھیں، مخالفت کرنے والے مشرک لیڈران کی تجاویز آنکھیں بند کر کے تسلیم کر رہے تھے اور ان کا نتیجہ صرف تباہی مسلمین کی صورت میں سامنے آیا، مشرکین کی اسلام مخالف پالیسی کھل گئی۔ امام احمد رضا کے سیاسی افکار میں گہرائی تھی، ملت اسلامیہ کا درد تھا، انھیں اسلام کا وقار عزیز تھا، اسی لیے وہ اتحاد اسلامی کے قائل تھے۔ اتحاد کے وہ نعرے جن سے اسلامی تشخص جاتا رہے اس کی وہ شدید مخالفت کرتے تھے، اور یہی دور اندیشی اور حکمت مومنانہ بعض نادانوں کو نہیں بھائی، جب کہ ہونا تو یہ تھا کہ امام احمد رضا کی فکر و بصیرت سے استفادہ کر کے امت مسلمہ میں اسلامی بنیادوں پر اتحاد کی راہ ہم وار کرنے کی طرف پیش قدمی کی جاتی، اور بچے کھچے ملی سرمائے کو داؤ پر لگانے سے احتراز کیا جاتا، عربی کے ممتاز استاذ ڈاکٹر ظہور احمد اظہر نے مشاہدے کی بنیاد پر لکھا:

"ان کی فکر کو حدود میں قید کرنے کی سعی لا حاصل بھی ہوئی اور ان کی شخصیت کو بھی چھپانے اور ڈھانپنے کے جتن ہوتے رہے مگر جس فکر کا محور و مرکز حضرت مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہوں بھلا وہ کہیں حدود و قیود کو قبول کر سکتی ہے اور جس شخصیت کو فکر قرآنی نصیب ہو اسے اندھیروں میں تو نہیں چھپایا جا سکتا۔" (مجلہ امام احمد رضا کانفرنس، ص ۱۴، ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ۲۰۱۱ء)

الحمد للہ! اب حالات تیزی سے بدل رہے ہیں منفی افکار دم توڑ رہے ہیں۔ امام احمد رضا کی دینی و علمی خدمات کا شہرہ بڑھتا اور پھیلتا چلا جا رہا ہے۔ امام احمد رضا نے فکر اسلامی کی حفاظت و ترجمانی میں جو عظیم ذخیرۂ علم عطا کیا ہے اس کی اشاعت و توسیع ہم سب کی ذمہ داری ہے، اس سے جہاں ہماری قومی تاریخ کا دھارا ارتقا پذیر ہو گا وہیں نسل نو کے لیے تعمیری ذہن سازی کا سبب بھی ہو گا۔ تمام اہل سنت کو چاہیے کہ اتحاد اہل سنت کے لیے امام احمد رضا کے علمی نوادرات و آثار سے اکتساب فیض کریں۔ یہی ہم سب کی ذمہ داری ہے، یہی وقت اور حالات کا تقاضا ہے، ہر فن، ہر شعبۂ علم و تحقیق میں امام احمد رضا کے افکار کو رہ نما بنا لیا جائے تو یاسیت کے اندھیرے دم توڑ دیں گے اور امید کے اجالے ذہن و فکر میں خوش گوار انقلاب برپا کریں گے۔

☆☆☆

# محدثِ جلیل حضرت علامہ عبد الشکور مصباحی

## شرفِ عیادت اور چند یادگار باتیں

عبد المجید خاں قادری مصباحی

**ازھرِ ھند**، الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور، اعظم گڑھ میں اساطین علم اور ماہرِ فن کی ایک عظیم جماعت طالبانِ علومِ نبویہ کو تقریباً ایک صدی سے فیضیاب کر رہی ہے، براعظم ایشیا، یورپ و افریقہ مسلم وغیر مسلم سارے ممالک میں اس وقت فرزندانِ اشرفیہ کی خدمات اور ان کی کارکردگی، علمی وجاہت اور شہرت و عزت ہے اور خلوص و للّٰہیت ان کی خاص پہچان ہے۔

الجامعۃ الاشرفیہ کے باکمال اور علم و فضل کے اعتبار سے طاقتور سپوتوں میں محدثِ جلیل حضرت علامہ عبد الشکور ابن علی محمد بن شبیر علی کا اسم گرامی بڑے ادب و احترام کے ساتھ لیا جاتا ہے۔

آپ کی تاریخ ولادت حضرت علامہ خادم رسول صاحب علیہ الرحمہ (جو نہایت نیک طینت، دین دار، مشرع عالم دین اور الجامعۃ الاشرفیہ کے قابلِ اعتماد دورۂ حدیث کے طلبہ کے ممتحن تھے اور آپ کے مشفق استاذ بھی تھے نے اندازے کے مطابق ۱۹۳۵ء لکھا تھا اور اس کے بعد اسناد اور ضروری کاغذات پر یہی تاریخ و سن لکھا جا رہا ہے۔

**تعلیمی دور:** آپ کی ابتدائی تعلیم مدرسہ سراج العلوم، مہراج گنج میں ہوئی، حفظِ قرآن مجید کے بعد دار العلوم حمیدیہ رضویہ بنارس میں درجۂ عالمیت کی تکمیل فرمائی، اس کے بعد دار العلوم اشرفیہ مصباح العلوم کی علمی شہرت سن کر ایک اندازے کے مطابق ۵۷/ ۵۸/ میں یہاں تشریف لائے۔ یہاں آپ نے نہایت انہماک کے ساتھ دو سال میں درجۂ فضیلت میں اعلیٰ کامیابی حاصل کی اور ۱۹۶۰ء میں دار العلوم اشرفیہ مصباح العلوم سے فارغ التحصیل ہوئے۔

**قابلِ ذکر اساتذۂ کرام:** (۱)- حضرت علامہ خادم رسول صاحب صدر مدرس دار العلوم حمیدیہ رضویہ بنارس۔ (۲)- اشرف العلما حضرت مولانا سید حامد اشرف صاحب کچھوچھوی، استاذ دار العلوم حمیدیہ رضویہ بنارس۔

اشرف العلما کو بعد میں حضرت حافظِ ملت علیہ الرحمہ نے دار العلوم اشرفیہ کے لیے بحیثیت استاذ منتخب فرمایا، پھر اس کے بعد حضرت نے زکریا مسجد ممبئی میں انتخاب فرمایا، تاحیات اس کے خطیب و امام اور دار العلوم محمدیہ کے بانی اور شیخ الحدیث رہے۔

**آپ کے اشرفیہ کے اساتذہ:** (۱)- استاذ العلما، جلالۃ العلم حافظِ ملت علامہ شاہ عبد العزیز محدث مرادآبادی علیہ الرحمہ بانی جامعہ اشرفیہ۔ (۲)- ماہرِ علومِ عقلیہ و نقلیہ حضرت علامہ عبد الرؤف صاحب عرف حافظ جی نور اللہ مرقدہ۔ (۳)- بحر العلوم حضرت علامہ مفتی عبد المنان صاحب نور اللہ مرقدہ، مفتی و شیخ الحدیث و صدر المدرسین جامعہ اشرفیہ۔ (۴)- پیکرِ اخلاص حضرت علامہ محمد شفیع صاحب نور اللہ مرقدہ، ناظم تعلیمات و استاذ جامعہ اشرفیہ۔ (۵)- ماہرِ معقولات علامہ ظفر ادیبی صاحب مبارک پوری۔

**رفقائے درس:** (۱)- محدثِ کبیر حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب سابق شیخ الحدیث و صدر المدرسین جامعہ اشرفیہ۔ (۲)- شیخ الاسلام مفسرِ قرآن حضرت علامہ سید محمد مدنی میاں صاحب کچھوچھوی۔ (۳)- دامادِ حافظِ ملت حضرت مولانا عبد العلیم صاحب علیہ الرحمہ۔ (۴)- حضرت مولانا اعجاز احمد مبارک پوری نور اللہ مرقدہ۔ (۵)- حضرت مولانا محمد حنیف صاحب مبارک پوری۔

**تدریسی خدمات:** حضرت محدثِ جلیل حافظِ ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ارشد تلامذہ میں ہیں۔ حضرت کی نگہ میں بہت چہیتے شمار کیے جاتے ہیں، جن کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ اشرفیہ سے فراغت کے بعد حافظِ ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ خود بنفسِ نفیس آپ کو اپنے ساتھ دار العلوم تدریس الاسلام بسڈیلہ ضلع بستی تشریف لے گئے اور اپنے کریمانہ انداز میں بہت سراہتے ہوئے آپ کی وہاں تقرری فرمائی۔ یہ غالباً ۶۱ء ۶۲ء کی بات ہے۔ آپ نے اپنے معظم اور مشفق استاذ کے انتخاب کا اس قدر احترام کیا کہ بہت سی پریشانیوں کے باوجود اس کوردہ دیہات میں جہاں آمد و رفت کے لیے کوئی سواری کا راستہ نہ تھا، ۶۹ء تک وہاں گزارا۔ دار العلوم کے اتار چڑھاؤ کو

برداشت کرتے رہے، مگر حالات جب ناگفتہ بہ ہو گئے تو آپ نے اپنی عزتِ نفس کا خیال کرتے ہوئے وہاں سے مراجعت فرمائی۔ طالب علمی کے زمانہ میں دورانِ گفتگو ایک بار مجھ سے فرمانے لگے:

”حافظ صاحب! وہاں (تدریس الاسلام، بسڈیلہ) سے میں جب دل شکستہ اپنا سامان لیے پیدل وطن واپس ہو رہا تھا، تو کچھ دیہاتی کھیتوں کی سنچائی کے لیے دوگلہ چلا رہے تھے، جب ان کے قریب سے گزرا تو میری آنکھوں سے آنسو جاری تھے، ان لوگوں نے مجھے روتے دیکھ کر پوچھا، مولوی صاحب! کاہے کو رُووَت ہو؟ میں نے اپنا حال نہ بتایا اور بوجھل اشکوں کے ساتھ اپنا سامان لیے دیے پھر سفر شروع کر دیا۔“

اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام علوم و فنون پر گہری نگاہ عطا فرمائی تھی۔ آپ کی درس گاہ کی شہرت ہر طرف ہو چکی تھی، کون ایسا دینی ادارہ ہے جو آپ کے قدم کو اپنے یہاں نیک فال تصور نہ کرے۔ ۱۹۷۰ء میں مسعود العلوم، چھوٹی تکیہ، بہرائچ تشریف لے گئے۔ وہاں ۱۹۷۴ء تک رہے، آپ طلبہ کی تعلیم ہی پر نہیں بلکہ تربیت پر بھی نظر رکھتے، آپ کے استاذ کریم حضور حافظِ ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی عقابی نگاہیں اپنی آغوش کے پروردہ پر لگی رہیں۔ ۱۹۷۴ء کے اواخر میں از ہرِ ہند الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور میں اپنے عزیز سعید شاگرد کو اپنے سایۂ کرم میں بلا کر رکھ لیا۔ ۴۲/ سال تک آپ نے نہایت انہماک اور خلوص و محبت کے ساتھ ۲۰۱۶ء تک درس دیا (فقیر غفرلہ المجید ایک مریدِ باوفا کی طرح آٹھ سال تک اپنے شیخ کی خلوت و جلوت میں رہا، مگر کبھی بھی نماز اور درسی کتب کا مطالعہ قضا ہوتے نہ دیکھا) تقریباً چودہ برس سے الجامعۃ الاشرفیہ کے شیخ الحدیث گر شیخ الحدیث ہیں۔

آپ کی علالت کا سلسلہ جب دراز ہو گیا تو اپنے صاحب زادہ ڈاکٹر رضوان صاحب کے پاس الہ آباد رہنے لگے، مجھے خبر ہوئی تو عیادت کے لیے میں بھی حاضر ہوا۔ اس وقت میرا قیام میرے دیرینہ رفیق حضرت علامہ مجاہد حسین صاحب پلاموی ثم الہ آبادی شیخ الحدیث دار العلوم غریب نواز کے یہاں ہوا۔ آپ نے بعدِ مغرب اپنی گاڑی سے حضرت کے قدموں تک پہنچایا (انھوں نے میری بڑی قدر کی، اللہ تعالیٰ انھیں دارین میں عزت عطا فرمائے)۔ حضرت استاذی الجلیل بستر پر لیٹے ہوئے تھے، ضعف و نقاہت اس حد تک پہنچ گئی تھی کہ نومولود کی طرح آپ کروٹیں نہیں لے پا رہے تھے، سلام کا جواب بمشکل دے سکے، اس لیے کہ بولنے کی سکت نہ تھی، آپ کے دستِ مبارک کو اپنے ہاتھوں میں لیا، بوسہ دیا، حالت دیکھ کر قدرے ساکت و جامد رہا، پھر مؤدب بیٹھ کر زیارت کرتا رہا۔ اشارہ فرمایا میری چارپائی پر بیٹھ جائیں، میری غیرت اس بات کو قبول نہیں کر رہی تھی کہ آپ کی چارپائی پر بیٹھوں الا مر فوق الأدب علامہ مجاہد حسین صاحب کا اصرار بڑھا، بیٹھ گیا۔ اتنے میں یوپی کی بے ادب و بے رحم بجلی غائب ہو گئی، ہلکی روشنی میں لب کو ہلتے دیکھ کر فرمایا: حافظ صاحب کچھ فرما رہے ہیں: میرے رفیق مدلہ نے کہا کہ: تاریخ و سن کے اعتبار سے آپ کی حیات و خدمات کے بارے میں کچھ جاننا چاہتے ہیں: فرمایا کل صبح آٹھ بجے آجائیے، حسب الحکم حاضر ہوا، مگر مجھے کچھ دریافت کرتے رحم آ رہا تھا اور سوءِ ادب کا بھی اندیشہ ہو رہا تھا، کچھ باتیں میرے پوچھنے پر اور کچھ خود بیان فرمائیں۔ آپ نے بڑی اہمیت کے ساتھ جن باتوں کو خود بیان فرمایا اور اپنے بعض اساتذۂ کرام کی خصوصی عنایتیں، فرمایا:

”استاذ العلما حافظ ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور حضرت علامہ حافظ عبد الرؤف صاحب بلیاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خصوصی توجہات میرے اوپر رہیں، یہ سچ ہے، سونا سونا ہی ہوتا ہے مگر جب تک وہ زیور نہ بنے اس وقت تک پہننے کے لائق نہیں ہوتا ہے، کاریگر تپا کر اپنے قلم سے خراش تراش کر اس کی قیمت میں اضافہ اور حسن و جمال کو دوبالا کرتا ہے، ان دونوں بزرگوں کی خصوصی عنایتوں نے انھیں اس قابل بنا دیا کہ اب یہ دوسروں کو انمول بنا رہے ہیں۔“

**تلامذہ کی تعداد:** آپ کے تلامذہ کی تعداد تقریباً دس ہزار ہے جن میں چند نامور تلامذہ یہ ہیں: (۱)- حضرت علامہ مفتی شبیر حسن صاحب، الجامعۃ الاسلامیہ روناہی، فیض آباد۔ (۲)- حضرت علامہ توکل حسین صاحب حشمتی، شیخ الحدیث دار العلوم محمدیہ، ممبئی۔ (۳)- محققِ مسائلِ جدیدہ سراج الفقہا حضرت مفتی نظام الدین صاحب صدر شعبۂ افتا و صدر مدرسین الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور۔ (۴)- حضرت مولانا مفتی انور علی صاحب، کرناٹک۔ (۵)- حضرت مولانا مفتی محمود اختر صاحب، قاضیِ مہاراشٹر، مفتی امجدی دار الافتا، ممبئی۔ (۶)- حضرت مولانا فروغ احمد صاحب سابق صدر المدرسین دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی، بستی۔ (۷)- جناب پروفیسر غلام یحییٰ انجم مصباحی، صدر شعبۂ دینیات، جامعہ ہمدرد، دہلی۔ (۸)- حضرت مولانا قمر عالم، استاذ دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی، بستی۔ (۹)- حضرت مولانا مجاہد حسین استاذ دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی۔ (۱۰)- راقم الحروف عبد المجید خان رضوی مصباحی۔

الجامعۃ الاشرفیہ کے موجودہ اساتذہ میں خیر الاذکیا حضرت علامہ محمد احمد مصباحی بھیروی کے علاوہ سبھی آپ کے شاگرد ہیں، ہندو بیرون ممالک عموماً مناصب جلیلہ و مقام رفیقہ مثلاً دار الافتا والقضا کے قاضی و مفتی، دینی اداروں کے شیخ الحدیث و صدر مدرس، مذہبی اداروں کے بانی اور تحریک اہل سنت کے سربراہ وغیرہ الجامعۃ الاشرفیہ کے فارغین اور آپ کی درس گاہ کے فیض یافتہ ملیں گے۔

**دلچسپی کے فنون:** حضرت محدث جلیل دامت برکاتہم فرماتے ہیں: ”مجھے حدیث، اصول فقہ اور معقولات میں خاص دل چسپی ہے۔“

ان تین کے علاوہ دیگر علوم و فنون پر بھی آپ کی گہری نظر ہے، مذکورہ علوم و فنون کی تمام باریکیوں اور اس کے ظاہر و باطن سے پوری طرح واقف ہیں۔ خارجی وقت میں بعد نماز مغرب منطق کی مشہور کتاب ”ملا حسن“ مجھے پڑھایا ہے، قریب چالیس برس ہو گئے ادق ادق بحثوں کو مثال دے دے کر جو سمجھایا ہے آج بھی میرے ذہن میں ہے۔ تدریس و تفہیم کا آپ کو ملکہ حاصل ہے اور ”ملکہ“ کا لفظ و تعریف آپ کے اوپر صادق۔ ایک زمانہ سے صحیح بخاری کا درس دینے والے یہ عظیم المرتبت، علمی و روحانی شخصیت اپنے رہن سہن کے اعتبار سے بہت سادہ مگر پرکشش نظر آتی ہے، آپ اپنے اسلاف کے پرتو اور عکس جمیل ہیں۔ اکابر علمائے اہل سنت کے درس حدیث کا جو امتیازی طریقہ رہا، آپ نے اسے برقرار رکھا اور طالبان علوم نبویہ کی ایسی ذہنی آبیاری کی کہ آج ان میں ایک خاصی تعداد فقہا و محدثین، محررین و مدرسین کی دینی خدمات میں مصروف ہے۔

**جامعہ اشرفیہ کے شیخ الحدیث و نام ور اساتذہ:** برصغیر کی چیدہ و چنیدہ شخصیتیں دار العلوم اہل سنت اشرفیہ مصباح العلوم کے مسند درس کی زینت بنیں، ان کے علم و فن اور فضل و کمال کی شہرت چار سو رہی اور ارباب علم و دانش نے انھیں علمی حیثیت سے قبول کیا۔

(۱)-استاذ العلما، جلالۃ العلم حضور حافظ ملت علامہ شاہ عبد العزیز محدث مرادآبادی قدس سرہ۔ (۲)-ماہر علوم عقلیہ و نقلیہ حضرت علامہ عبد الرؤف صاحب (عرف حافظ جی) نور اللہ مرقدہ۔ (۳)-شہزادۂ صدر الشریعہ حضرت علامہ عبد المصطفیٰ صاحب ازہری رحمہ اللہ۔ (۴)-شمس العلما قاضی شمس الدین احمد صاحب جعفری جون پوری (مصنف قانون شریعت) علیہ الرحمہ۔ (۵)-سلطان الواعظین حضرت علامہ عبد المصطفیٰ صاحب اعظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔ (۶)-بحر العلوم حضرت علامہ مفتی عبد المنان صاحب مبارک پوری علیہ الرحمۃ والرضوان مفتی و صدر مدرس و شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ۔ (۷)-پیکر اخلاص حضرت علامہ محمد شفیع صاحب مبارک پوری علیہ الرحمہ، شیخ الادب و ناظم تعلیمات جامعہ اشرفیہ۔ (۸)-محدث کبیر شہزادۂ صدر الشریعہ حضرت مولانا ضیاء المصطفیٰ صاحب (عرف علامہ صاحب) دامت برکاتہم، سابق صدر مدرس و شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ۔ (۹)-شیخ القرآن حضرت علامہ عبد اللہ خان عزیزی نور اللہ مرقدہ صدر مدرس و شیخ الحدیث دار العلوم علیمیہ، جمدا شاہی، بستی۔ (۱۰)-محدث جلیل حضرت علامہ عبد الشکور صاحب قبلہ رضوی گیاوی دامت برکاتہم شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ۔

یہ تمام حضرات حدیث اور حدیث سے متعلق تمام علوم و فنون میں مہارت تامہ رکھتے تھے، ساتھ ہی فضل و کمال، تقویٰ و طہارت اور اخلاص و احسان کے بھی اعلیٰ مقام پر فائز تھے۔

حضرت محدث جلیل ۱۴۳۶ھ سے اب تک بستر علالت پر ہیں، مولا تعالیٰ اپنے حبیب ﷺ کے وسیلۂ جلیلہ سے آپ کو شفائے کامل و عاجل عطا فرمائے۔

حضرت محدث جلیل جماعت محدثین اور حضرات شیوخ کے جانشین اور ان کے علوم و معارف کے سچے وارث ہیں اور اس مبارک سلسلہ کی زریں کڑی اور اسی قافلۂ علم و کمال اور کاروان دین و دانش کے فرد رشید ہیں۔ آپ اعلیٰ درجہ کے متقی اور صاحب دل ہیں، اگر آپ کے احتیاط و تقویٰ کا باب کھولوں تو ایک کتاب تیار ہو جائے۔

قدرے توقف کے بعد پھر میں نے عرض کیا: حضور! اس وقت جن نازک حالات سے گزر رہے ہیں کہ بیماری نے بولنے کی سکت باقی نہ رکھی اور پیرانہ سالی اپنی جگہ پر ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے بڑھاپے کو چھوٹی موت فرمایا ہے، اگر اللہ شافی و کافی آپ کو صحت عطا فرمائے تو آپ کیا کریں گے؟ فرمایا: بیٹھنے کے لائق ہو جاؤں تو پھر اشرفیہ میں جا کر پڑھاؤں گا، میرا ذوق و شوق ابھی بھی بیدار ہے، یعنی اس قدر علالت کے باوجود بھی آپ کی تدریسی امنگ باقی ہے، گویا تدریس ہی آپ کی غذا اور زندگی ہے۔

## بددیانت استاذ اور طالب علم کون؟

حضرت استاذی الجلیل نے ایک موقع پر مجھ سے فرمایا:

”حافظ صاحب! وہ استاذ نہایت بد دیانت ہے جو اپنے طلبہ کو اپنی درس گاہ سے مطمئن کیے بغیر رخصت کر دے، اور وہ طالب علم بہت بد دیانت ہے جو استاذ سے سمجھے بغیر درس گاہ سے اٹھ جائے۔“

آپ ان طلبہ سے بہت محبت فرماتے ہیں جو مطالعہ کر کے درس گاہ میں آتے ہیں۔ میں نے زمانۂ طالب علمی میں مادرِ علمی کی فضا میں یوں ہی آپ کی عزت و شہرت محسوس نہ کی۔ یقیناً اللہ تعالیٰ نے وہ خوبیاں اور محاسن آپ کی ذات میں جمع فرما دیے ہیں جو ایک خدا ترس عالمِ دین اور دیانت دار مدرس میں ہونا چاہیے۔ یہ امتیاز آپ کے یہاں بدرجۂ اتم تھا کہ جب کوئی طالب علم آپ کی درس گاہ میں اعتراض کرتا تو آپ اسے داد و تحسین سے نوازتے اور مسرت کا اظہار فرماتے، پھر وہ اعتراض کرتا تو مسکرا کر ہی جواب دیتے، طبیعت پر گرانی محسوس نہیں کرتے اور نہ دوسرے پر ہونے دیتے۔

حضرت تنازعات اور مناقشات سے کوسوں دور رہتے، آپ جانتے ہیں جہاں ایسے حالات پیدا ہو جاتے ہیں وہاں ساری الرجی اسی پر ختم ہو جاتی ہے اور تعلیم دھری کی دھری رہ جاتی ہے۔ آپ اپنے زمانہ کے کامیاب مدرس اور محنتی اساتذہ کے ساتھ تواضع و انکساری، حلم و بردباری اور اخلاص و محبت کے پیکر ہیں، بہت عظیم ہو کر بھی منکسر المزاج ہیں۔ ازہرِ ہند جیسی درس گاہ کے شیخ الحدیث رہتے ہوئے بھی کبھی وہ زعم نا روانہ دکھایا جو اعلیٰ مناسب پاتے ہی، انسانی کمزوری کے طور پر عیاں ہو جاتا ہے، آپ کا مقصد صرف اور صرف بزرگانِ دین، فقہا و محدثین کے سچے متبعین کی طرح درس دیتے رہنا اور ان کی علمی میراث طلبہ میں تقسیم کرتے رہنا، بس۔

**عیادت کے لیے علماے اشرفیہ کے قافلے:** آپ کی بیماری کا سلسلہ شروع میں یوں ہوا کہ گھٹنوں میں تکلیف ہوتی، جوں جوں درد بڑھتا گیا تیز دوائیں کھاتے گئے، درس گاہ میں برابر حاضر ہوتے رہے، چوں کہ درس گاہ کی غیر حاضری کو بہت معیوب جانتے، تیز دواؤں کے اثرات نے اس قدر شدت اختیار کر لی کہ جسم کے کئی اعضا معطل کے قریب ہو گئے، آپ اپنے صاحب زادے جناب ڈاکٹر رضوان صاحب کے پاس الہ آباد رہنے لگے، ڈاکٹر صاحب خود تجربہ کار ڈاکٹر اور کامیاب سرجن بھی ہیں، اس سے بڑھ کر طبی نگرانی اور کیا ہو سکتی ہے؟

قابلِ ستائش اور سراہنے کے لائق ہیں علماے اشرفیہ، اپنے محسن کو جب صاحبِ فراش دیکھا تو انھیں بے سہارا نہ چھوڑا بلکہ گاڑی بھر بھر کر گاہے بگاہے اپنے مربی کی عیادت اور تسلی کے لیے حاضر ہوتے رہے۔ علما آپ کو مستجاب الدعوات اور زندہ دل جان کر دعاؤں اور نصیحتوں کی درخواست کرتے ہیں، آپ اپنے روحانی فرزندوں کے لیے دعا بھی فرماتے ہیں اور مطالعہ کے ساتھ کتابیں پڑھانے کی ترغیب اور نصیحت بھی کرتے ہیں۔

**ختم بخاری کے لیے اسفار:** آپ کے دس ہزار سے زائد مصباحی تلامذہ صرف ہندوستان میں ہی نہیں بلکہ پوری دنیا میں روشنی بکھیرتے ہوئے نظر آرہے ہیں۔ وہ ختم بخاری اور دستارِ فضیلت کے لیے آپ کے ورودِ مسعود کو باعثِ سعادت و برکت تصور کرتے ہیں۔ آپ درجنوں اداروں میں تشریف لے گئے، جن میں چند کے نام یہ ہیں:

(۱) سنی دعوتِ اسلامی، ممبئی (۲) شمس العلوم، گھوسی (۳) دار العلوم علیمیہ، جمدا شاہی، بستی (۴) الجامعۃ الاسلامیہ روناہی، فیض آباد (۵) دار العلوم مجاہدِ ملت، اڑیسہ (۶) دار العلوم غوثیہ، کرلا، ممبئی (۷) کلیان کے کسی ادارہ میں تشریف لے گئے جس کا نام حضرت کو یاد نہ رہا۔

**مسجد جامع راجہ مبارک شاہ کے خطیب:** قصبہ مبارک پور میں بہت سی مسجدیں ہیں اور اکثریت خوش عقیدہ مسلمانوں کی ہے، بیش تر مساجد کے متولی و مصلی اہلِ سنت و جماعت کے صالح افراد ہیں، الجامعۃ الاشرفیہ کے گراؤنڈ میں بڑی وسیع و عریض اور نہایت خوب صورت مسجد ہے جسے دیکھنے کے لیے دور دراز سے لوگ سفر کر کے جاتے ہیں، یہ مسجدیں پنج وقتہ نمازوں میں آباد رہتی ہیں، مگر نمازِ جمعہ کے لیے سارا قصبہ، اساتذہ و طلبہ مسجد جامع راجہ مبارک شاہ میں جاتے ہیں۔ اس مسجد کو اہلِ مبارک پور نے اپنی محنت کی حلال کمائی سے بنوایا ہے۔ یہ ایک تاریخی مسجد ہے جس میں خطیب الجمعہ حافظ ملت قدس سرہ العزیز ہوتے، ان کے وصال کے بعد قاری محمد یحییٰ صاحب طاب اللہ ثراہ ہوتے، ان حضرات کی عدم موجودگی میں بہ اتفاق رائے کمیٹی و مصلیان خطیب الجمعہ آپ ہی ہوتے۔

**جامعہ اشرفیہ میں بحیثیت نائب صدر مدرس:** عام انسانی فطرت و شرست میں یہ چیز داخل ہے کہ اعلیٰ عہدے اور منصب کے لیے لوگ بڑی دوڑ میں ہوتے ہیں، یہی نہیں بلکہ بھرپور داؤ پیچ بھی لگاتے ہیں کہ کوئی اعلیٰ عہدہ مل جائے، مگر میں نے حضرت شیخ محدث جلیل دامت برکاتہم کی طبیعت میں یہ میلان کبھی نہ دیکھا، حبِ جاہ و مال و دولت کی حرص، فخر و غرور، ریا و نمائش کے قریب بھٹکنے نہ دیا، استغنا و توکل کو شیوۂ زندگی بنایا، جاہ و منصب کی بے نیازی کے باوجود محدثِ کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ اعظمی کے عہدۂ صدارت میں آپ نائب صدر مدرس منتخب ہوئے۔

**(باقی ص: ۴۰؍پر)**

# دنیا کی صلاح و فلاح میں صوفیاے کرام کا کردار

بزمِ دانش میں آپ ہر ماہ بدلتے حالات اور ابھرتے مسائل پر فکر و بصیرت سے لبریز نگارشات پڑھ رہے ہیں۔ ہم اربابِ قلم اور علماے اسلام کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ دیے گئے موضوعات پر اپنی گراں قدر اور جامع تحریریں ارسال فرمائیں۔ غیر معیاری اور تاخیر سے موصول ہونے والی تحریروں کی اشاعت سے ہم قبل از وقت معذرت خواہ ہیں۔ از: مبارک حسین مصباحی

| | |
|---|---|
| جنوری ۲۰۲۰ کا عنوان | این. آر. سی. اہلِ ہند کے لیے مفید یا مضر؟ ایک جائزہ۔ |
| فروری ۲۰۱۰ء کا عنوان | فرضیتِ حج کے باوجود عمرہ کرنا یا کرتے رہنا—ایک شرعی جائزہ |

## انسانی فلاح و بہبود میں صوفیہ کا کردار

از: **مفتی محمد مبشر رضا ازہر مصباحی**،
شیخ الحدیث و صدر شعبہ افتاء جامعہ رضویہ کلیان/نوری دار الافتاء سنی جامع مسجد کوٹر گیٹ بھیونڈی

اللہ تعالیٰ نے ہر زمانہ اور ہر قرن میں اپنے بندوں کی رشد و ہدایت، کامیابی و کامرانی، تزکیۂ نفس اور تطہیر قلب کے لیے جلیل القدر اور عظیم المرتبت انبیا و مرسلین علیہم الصلاۃ السلام کی مبارک جماعت کو مبعوث فرمایا اور ان کے ذریعہ اپنا پیغام لازوال اپنے بندوں تک پہنچایا، اور اپنے پیغمبروں کی تعلیمات و معمولات پر عمل پیرا ہونے والوں کو اللہ تعالیٰ نے قِسم قِسم کے انعامات و نوازشات سے بہرہ مند ہونے کی بشارت دی۔ اور حق سے روگردانی کرنے والوں کو وعیدیں سنائیں۔ اور جب اپنے آخری پیغمبر گروہ انبیا کے قافلہ سالار حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کو اس خاک دان گیتی پر مبعوث فرمایا اور اپنی آخری اور پاکیزہ کتاب ''قرآن مجید'' سے سرفراز فرمایا تو آپ کی تعلیمات سے کائنات عالم میں ایک عظیم انقلاب برپا ہوا اور کیوں نہ ہو کہ یہ کتاب مبین صبح قیامت تک لوگوں کے لیے کامیابی و کامرانی کی ضامن اور انسانی فوز و فلاح کی موجب ہے۔ رب جلیل اسی پاکیزہ کلام میں ارشاد فرماتا ہے:

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۙ﴿۱﴾ الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ۙ﴿۲﴾ وَ الَّذِیْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ۙ﴿۳﴾ وَ الَّذِیْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ ۙ﴿۴﴾ وَ الَّذِیْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ۙ﴿۵﴾ اِلَّا عَلٰۤى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَیْرُ مَلُوْمِیْنَ ۚ﴿۶﴾ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ۚ﴿۷﴾ وَ الَّذِیْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَ عَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ۙ﴿۸﴾ وَ الَّذِیْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ یُحَافِظُوْنَ ۘ﴿۹﴾ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ ۙ﴿۱۰﴾ الَّذِیْنَ یَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ ؕ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۱۱﴾ (سورہ مومنون، آیت: ۱ تا ۱۱)

ترجمہ: بیشک مراد کو پہنچے ایمان والے جو اپنی نماز میں گڑگڑاتے ہیں اور وہ جو کسی بیہودہ بات کی طرف التفات نہیں کرتے اور وہ جو کہ زکوۃ دینے کا کام کرتے ہیں اور وہ جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں مگر اپنی بی بی یوں یا شرعی باندیوں پر جو ان کے ہاتھ کی ملک ہیں کہ ان پر کوئی ملامت نہیں تو جو ان دو کے سوا کچھ اور چاہے وہی حد سے بڑھنے والے ہیں اور وہ جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کی رعایت کرتے ہیں اور وہ جو اپنی نمازوں کی نگہبانی کرتے ہیں یہی لوگ وارث ہیں کہ فردوس کی میراث پائیں گے وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے [کنز الایمان]۔

مذکورہ آیات طیبات میں انسانی فوز و فلاح کے آٹھ رہنما اصول بیان کیے گیے ہیں: (۱) ایمان (۲) نماز میں خشوع اور خوف خداوندی (۳) بیہودہ گوئی سے اجتناب (۴) زکوۃ کی ادائیگی (۵) شرمگاہوں کی حفاظت (۶) حفظ امانات (۷) عہدوں کی پاسداری (۸) نمازوں کی

محافظت۔

اس میں یہ بھی معلوم ہوا کہ کوئی شخص فلاح وظفر کی شاہراہ پر اس وقت تک گامزن نہیں ہوسکتا ہے جب تک کہ اللہ عزوجل پر کامل یقین واذعان نہ رکھے اور محمد عربی ﷺ کی نبوت ورسالت پر ایمان نہ لائے، کوئی مؤمن اس وقت تک بامراد نہیں ہوسکتا جب تک کہ اللہ کے اوامر کی بجاآوری اوراس کے نواہی سے اجتناب کو اپنے اوپر لازم نہ کرلے۔

اسی کتاب انقلاب میں ایک دوسرے مقام پر رب تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا ۝ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا ۝

[سورہ شمس، ۹، ۱۰]

ترجمہ: بے شک مراد کو پہنچا جس نے اسے ستھرا کیا اور نامراد ہوا جس نے اسے معصیت نہیں چھپایا[کنزالایمان]۔

اس آیت مبارکہ کا مطلوب ومقصود یہ ہے کہ اللہ عزوجل نے نفس انسانی کی تخلیق فرمائی اور اسے خیر وشر اوراطاعت ومعصیت سے باخبر کیا اور نیک وبد سب اس پر واضح کردیا، پھر جس نے ہر قسم کی برائیوں اور معصیتوں سے اپنے نفس کو دور رکھا وہ بامراد ہو گیا اور جس نے غلط کاریوں سے اپنے نفس کی حفاظت نہیں کی وہ ناکام ونامراد ہوا۔

معلم کائنات حضور نبی کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم نے اپنی حیات ظاہری میں پاکیزہ تعلیمات سے اہل ایمان کی کامل واکمل رہبری ورہنمائی فرمائی اورانہیں اس زمانے کے ہر قسم کے رذیل وخسیس حرکات کے اندھیروں سے نکال کر رشدوہدایت کا عرفان عطا فرمایا، ایک اللہ کی عبادت وبندگی کے ساتھ حسن اخلاق وکردار، حق گوئی وراست بازی، عدل پسندی والنصاف پروری، صداقت وحقانیت اور شریعت وروحانیت کا تاجدار بنادیا، حضرات صدیق وفاروق اور عثمان وعلی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اسی تربیت گاہ شریعت وطریقت کے تربیت یافتہ عظیم وجلیل افراد واشخاص ہیں، آپ کے بعد صحابۂ کرام کی مبارک جماعت اس اہم فریضہ کو انجام دیتی رہی، ان کے بعد تابعین اور پھر تبع تابعین نے امت مسلمہ کی زمام امامت سنبھالی اور رشدوہدایت کا پیغام عام فرمایا، ان کے بعد تقریبا دوسری ہجری میں جب لوگوں کے احوال بگڑ گئے، مطلق العنانی اور نفس پرستی کا زور بڑھنے لگا اور رفتہ رفتہ طریق مصطفیٰ سے دوری پیدا ہونے لگی تو اُس پرفتن دور میں جو لوگ اختلاف وانتشار، عجب وتکبر، کبر ونخوت، کینہ وحسد، غیبت وچغل خوری اور نفس پرستی کے دیگر مکروفریب سے یک لخت دور ہوکر صبر وشکر، حق گوئی وراست بازی، توکل وقناعت اور صداقت وحقانیت کے ساتھ اللہ ورسول کی اطاعت وفرماں برداری میں زندگی گذارنے اوردوسروں کو ان باتوں کی تلقین کرنے پر کمربستہ ہوئے ،انہیں عابدوزاہد اور صوفی کہا جانے لگا۔

ان صوفیاے کرام کی اولین ترجیح اللہ ورسول کے بارے میں درست اور صحیح عقائد ہے، ان کے نزدیک یہی سرمایہ زندگی اور سرمایہ افتخار ہے، جو اس سے محروم رہ گیا وہ دین ودنیا ہر میدان میں خائب وخاسر رہا اور جو اس دولت لازوال سے مالامال ہو گیا وہ دنیا وآخرت میں فوزوفلاح کا مستحق وسزاوار بن گیا، طریقت وتصوف کے جتنے افراد ورجال گذرے ہیں سبھوں نے تصوف وطریقت کی بنیاد عقائد حقہ پر رکھی ہے، کیونکہ عقائد حقہ ہی دنیاوی اوراخروی نجات کا سب سے اولین زینہ ہے اوراسی پر تمام اعمال صالحہ اور فرائض وسنن کی بنا قائم ہے ۔چناں چہ پانچویں صدی ہجری کے مشہور صوفی بزرگ ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن قشیری رحمہ اللہ اپنی مشہور زمانہ تصنیف لطیف ”رسالہ قشیریہ“ کی پہلی فصل میں فرماتے ہیں:

”تمہیں معلوم ہو، اللہ تم پر رحم کرے کہ اس جماعت (صوفیا) کے جس قدر شیوخ گذرے ہیں انہوں نے تصوف کے قواعد کی بنیاد توحید کے صحیح اصولوں پر رکھی ہے اورانہوں نے اپنے عقائد کو بدعتوں سے محفوظ رکھا، ان قواعد کی پیروی کی ہے جن پر انہوں نے سلف صالحین اوراہل سنت کو پایا ہے یعنی توحید پر، جس پر نہ فرقہ ممثلہ کی تمثیل اور نہ فرقہ معطلہ کی تعطیل پائی جاتی ہے اورانہوں نے قِدم کے حق کو پہچانا ہے اورانہیں یہ بات تحقیقی طور پر معلوم ہوچکی ہے کہ موجود کی کیا صفتیں ہیں اور معدوم کی کیا؟ اس لیے اس طریقت کے سردار حضرت جنید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قِدم کو حدوث سے علاحدہ رکھنے کا نام توحید ہے، صوفیا نے اپنے عقائد کے اصولوں کو واضح اورروشن شواہد کے ساتھ مستحکم کر رکھا ہے، چناں چہ ابومحمد الجریری فرماتے ہیں: جس شخص کو شواہد توحید میں سے کسی شاہد کے بغیر علم توحید حاصل ہوا، وہ پھسل کر ہلاکت کے گڑھے میں جاپڑا“[رسالہ قشیریہ، ۱۳۲، مترجم]

اسی میں ایک دوسرے مقام پر ہے:

”ان تمام روایات سے پتہ چلتا ہے کہ مشائخ صوفیہ کے عقائد، اہل حق کے اقوال اوراصولی مسائل کے عین مطابق ہیں“[ایضا، ص:۱۴۳]

اور درستگی اعتقاد کے بعد اوامر الٰہی کی بجاآوری ،حلال وحرام ودیگر منہیات سے پرہیز، حدوداللہ کی محافظت ،آداب شریعت کی پاسداری اوراصول شریعت پر مداومت ہی ان کا اہم اور محبوب طریق رہا ہے، اس کے بغیر نہ کسی کا دعویٰ تصوف کارآمد اور نہ ایسی

ولایت کسی شمار وحساب میں ہے، چناں چہ سلطان الاولیا حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:

”اگر تم کسی کو دیکھو کہ ایسی کرامت دی گئی کہ خلا میں چار زانو بیٹھ سکے تو اس سے فریب نہ کھانا جب تک یہ نہ دیکھو کہ فرض، واجب، مکروہ، حرام ،اور محافظت حدود وآداب شریعت میں اس کا حال کیسا ہے؟[رسالہ قشیریہ مترجم، ص:۱۶۶]۔

حضرات صوفیاے کرام امتثال اوامر اور اجتناب نواہی کے ساتھ ساتھ نبی کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کے اخلاق حسنہ کے پیکر، اوصاف حمیدہ کے خوگر اور شمائل نبیلہ کے تاجور ہوا کرتے ہیں اور یہی ان کا طرۂ امتیاز ہوا کرتا ہے کیونکہ صوفیائے کرام کی کوئی مخصوص وضع وقطع یا خاص شکل وشباہت نہیں ہوا کرتی بلکہ ان کے ایوان تصوف کی بنیاد تصفیہ قلب، تطہیر باطن اور اطاعت مصطفیٰ ہی پر قائم ہوتی ہے، چناں چہ تصوف کی جہاں دیگر کئی تعریفیں کی گئی ہیں وہیں ایک تعریف امام شعرانی علیہ الرحمۃ کی طبقات کبریٰ میں یہ بھی منقول ہے، آپ فرماتے ہیں:

”التصوف تصفية القلوب واتباع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم فی الشریعة“

یعنی تصوف اس کا نام ہے کہ دل صاف کیا جائے اور شریعت میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیروی ہو۔[طبقات الکبریٰ للامام الشعرانی،۱۸]۔

متصوفین اور اصحاب تصوف ہی وہ پاکیزہ نفوس ہیں جنہوں نے ہر زمانے میں خدا کے بندوں کو اللہ کی عطا اور اس کے نوازشات وانعامات پر شکر کا جذبۂ بیکراں اور رب تعالیٰ کی آزمائشوں، تکالیف ومصائب اور پریشانیوں میں صبر وتحمل کا درس دیا ہے نیز ہر قسم کے برے اخلاق اور قلبی امراض جیسے کینہ وحسد، عجب وتکبر، غیبت وچغل خوری، جھوٹ ودروغ گوئی، چوری وسود خوری اور زنا جیسے موجب لعنت افعال شنیعہ سے دور ونفور کرکے عاجزی وانکساری، تواضع وخاکساری، حق گوئی وراست بازی، عدل پروری وانصاف پسندی، خشیت خداوندی اور خوف الٰہی جیسے اخلاق فاضلہ اور اوصاف حمیدہ کی تلقین فرما کر ہر انسان کو اس کی انسانیت کا صحیح تصور پیش فرمایا ہے۔

صوفیاے کرام کی انہیں تعلیمات کا ثمرہ اور نتیجہ ہے کہ جس علاقہ اور جس جگہ کا رخ کیا کرتے اور جہاں کہیں خیمہ زن ہوجاتے، ویران آبادیاں ان کی آمد کی برکت سے آباد وشاداب ہوجاتیں، اور ان کی تعلیمات سے دیکھتے ہی دیکھتے کفر وشرک کے دلدل میں پھنسے ہوئے سیکڑوں اور ہزاروں کی تعداد میں کفار ومشرکین حلقہ بگوش اسلام ہوجاتے، ان کا ظاہر وباطن نور ایمان سے جگمگانے لگتا اور انسانیت کی خوشبو سے اپنے مشام جاں وایمان کو معطر کرتے، یقینا یہ سب صوفیاے کرام کی تعلیمات ہی کا ثمرہ تھا۔

ہندوستان کی سرزمین میں مرکز اولیا ”اجمیر شریف“ میں جب عطائے رسول خواجہ معین الدین حسن سنجری چشتی قدس سرہ تشریف لائے تو کوئی تیر وتلوار کے ساتھ وارد نہیں ہوئے تھے اور نہ ہی کوئی اہل ایمان کے درمیان آئے تھے بلکہ سراپا کفرستان میں آپ نے قدم رکھا تھا، جہاں نہ کوئی آپ کا معین ومددگار تھا اور نہ ہی کوئی غم خوار وغم گسار، مگر رفتہ رفتہ لوگ آپ کے قریب ہوتے گئے، اور کفر کے گھٹاٹوپ اندھیروں سے نکل کر ایمان کے ضیا بار نور میں آتے گئے، روایتوں میں آتا ہے کہ دیکھتے ہی دیکھتے کم وبیش نوے(۹۰) لاکھ غیر مسلموں نے آپ کے دست حق پرست پر ایمان قبول کیا اور اپنے ظاہر وباطن کو سنوار کر دین ودنیا میں کامیابی وکامرانی حاصل کی، بلاشبہ یہ سب آپ کے اخلاق حسنہ، زہد وورع، تقویٰ وطہارت، صداقت وروحانیت اور نبوی تعلیمات ہی کا ثمرہ ونتیجہ تھا۔ صوفیاے کرام کبھی بھی مخلوق خدا میں ترجیحی برتاؤ اختیار نہیں کرتے، ان کی بارگاہ میں جب بھی اور جو بھی اپنی ضرورت لیکر حاضر ہوتے ان کی ضرورت سنتے اور بلا امتیاز مشرب وملل ہر فرد حاضر ہوتے اور بامراد لوٹتے۔

صوفیاے کرام نے زندگی بھر اپنے اعلیٰ اخلاق وکردار اور روشن تعلیمات کا وہ بہترین نمونہ پیش فرمایا ہے کہ جن پر عمل پیرا ہوکر دنیوی واخروی ہر قسم کی فلاح وبہبود اور فتح ونصرت حاصل کی جاسکتی ہے چناں چہ ارباب طریقت اور اصحاب تصوف کے اقوال وارشادات، ان کے مکتوبات وملفوظات اور تصانیف وتالیفات اس امر کی شاہد ہیں ذیل میں صوفیائے کرام کے چند گراں مایہ ملفوظات ملاحظہ کریں۔

شہباز ولایت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک موقع پر ارشاد فرمایا:

”مومن کو چاہیے کہ پہلے وہ فرائض کی ادائیگی میں مشغول ہو، جب فرائض کی ادائیگی سے سبکدوش ہوجائے تو پھر نوافل اور مستحبات کی فکر کرے، جب تک اس پر عائد فرائض کی ادائیگی مکمل نہیں ہوتی اس کا سنن میں مشغول ہونا بے سود ہے اگر وہ فرائض کو چھوڑ کر سنن ونوافل میں مشغول ہوا تو یہ بھی مقبول نہیں ہوں گے، اس کی مثال اس آدمی کی سی ہے جسے بادشاہ اپنی خدمت کا حکم دیتا ہے اور وہ شخص بادشاہ کی خدمت چھوڑ کر بادشاہ کے غلام کی خدمت میں جٹ جاتا ہے، یقینا بادشاہ اس سے ناراض ہوگا کیونکہ اس نے اس کے خادم اور زیردست کی خدمت کو ترجیح دی“[آداب سلوک، ص:۱۵۴]۔

ایک مجلس میں حسد کی شناعت سے باخبر کرتے ہوئے اور اس

سے سخت اجتناب کی تلقین کرتے ہوئے آپ نے فرمایا:
”اے بندۂ مومن تو اپنے پڑوسی سے اس کے کھانے پینے، لباس، عورت، گھر، دولت وثروت اور مولا کی دی گئی دوسری نعمتوں کی وجہ سے کیوں حسد کرتا ہے، اللہ کریم نے اس پر اپنا فضل وکرم فرمایا تو اس سے کیوں جلتا ہے؟ کیا نہیں جانتا کہ حسد تیرے ایمان کو کمزور کردے گا اور پروردگار کی نگاہ میں تجھے گرادے گا اور وہ کریم تجھ سے ناراض ہو جائے گا“[آداب السلوک، مترجم، ص:۱۳۰]۔

اسی میں ایک مقام پر زہد وتقویٰ کی تعلیم دیتے ہوئے آپ نے فرمایا:
”زہد وتقویٰ اختیار کرو، ورنہ ہلاکت کا پھندا تیری گردن میں ہوگا اور تو اس سے کبھی نجات نہیں پاسکے گا، ہاں اللہ تعالیٰ فضل وکرم فرمائے تو الگ بات ہے، نبی کریم کی حدیث ہے کہ دین کا مدار زہد وورع ہے اور اس کی ہلاکت لالچ ہے، بلاشبہ جو چراگاہ کے ارد گرد گھومتا ہے کسی وقت بھی اس میں داخل ہوسکتا ہے کھیتی کے کنارے چرنے والے جانور کی مانند، قریب ہے کہ اس کا منہ اس تک پہنچ جائے ممکن نہیں کہ کھیتی اس سے محفوظ رہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ ہم دس میں سے نو چیزیں اس خوف سے ترک کردیتے ہیں کہ کہیں حرام کا ارتکاب نہ کر بیٹھیں اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ہم ستر مباح دروازے اس خوف سے چھوڑ دیتے ہیں کہ کہیں گناہ نہ کر بیٹھیں۔“[آداب السلوک، ص:۱۲۱]

ایک موقع پر صبر کی تلقین کرتے ہوئے یوں ارشاد فرمایا:
”کتنے تعجب کی بات ہے کہ تو اکثر کہتا ہے: میں کون سا عمل کروں اور کون سا حیلہ اختیار کروں کہ منزل مقصود پر پہنچ جاؤں، پس تجھے کہا جاتا ہے کہ اپنی جگہ ٹھہر جا اور اس وقت تک اپنی جگہ سے آگے نہ بڑھ کہ اس ذات کی طرف سے کشائش کی کوئی صورت پیدا نہیں ہو جاتی جس نے تجھے ٹھہر جانے کا حکم دیا ہے، رب قدوس کا ارشاد ہے:
يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ ٱصۡبِرُواْ وَصَابِرُواْ وَرَابِطُواْ وَٱتَّقُواْ ٱللَّهَ لَعَلَّكُمۡ تُفۡلِحُونَ ﴿٢٠٠﴾ [آل عمران، ۲۰۰]

اے بندۂ مومن! اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں تجھے صبر کا حکم دیا پھر ثابت قدمی کا، پھر خدمت دین میں کمربستہ رہنے کا، پھر ہمیشہ نیکی پر اور صبر پر کاربند رہنے کا اور اس کی حفاظت کرنے کا اور اللہ تعالیٰ کا خوف دل سے نکال کر باہر نہ کرنا کیونکہ بھلائی اور سلامتی صبر میں ہے۔[ایضا، ص:۱۰۶]

مذکورہ بالا سطور میں قطب ربانی سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے چند ملفوظات بطور نمونہ قارئین کی ضیافت طبع کے لیے پیش ہیں ورنہ اس قسم کے ملفوظاتِ اربابِ طریقت وتصوف کا اگر استقصا کیا جائے تو ایک ضخیم کتاب تیار ہوسکتی ہے، تاہم یہ امر ناقابل انکار اور مسلم الثبوت ہے کہ جب تک امت مسلمہ صوفیائے کرام کے طریق پر عمل پیرا رہی، روز افزوں شاہراہِ ترقی پر گامزن رہی، عزت وعظمت کے تاجور اور فتح ونصرت کے تاجدار رہے اور دنیا کی قومیں ان سے لرزہ براندام اور مغلوب رہیں، اور جب سے امت مسلمہ نے صوفیا کی تعلیمات کو پس پشت ڈال دیا اور ان سے منہ موڑ لیا، تب سے ذلت وخواری اس کا مقدر ہوگئی کیونکہ ان کی راہ سے روگردانی طریقِ مصطفیٰ سے روگردانی ہے اور یہی آج ہماری شکست اور مغلوبی کا عظیم سبب ہے جسے شاعر بڑے حسین پیرائے میں یوں کہا ہے۔

طریقِ مصطفیٰ کو چھوڑنا ہے وجہ بربادی
اسی سے قوم دنیا میں ہوئی بے اقتدار اپنی

حاصل کلام یہ کہ صوفیا کرام کی تعلیمات اور ان کی روحانی تربیت ہی ہر دور میں امت مسلمہ کے لیے فوز وفلاح کی ضامن رہی ہے، اس لیے وقت کی اہم ضرورت ہے کہ ہم آج ہی ان نفوس قدسیہ سے تجدید عہد کرکے ان کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کا عزم مصمم کریں، ان شاءاللہ اس کی برکت سے ہمارا معاشرہ ایک مثالی معاشرہ بن جائے گا، ہم ہر میدان میں کامیابی وکامرانی کے جھنڈے گاڑتے ہوئے نظر آئیں گے اور فتح ونصرت ہمارے قدم چومے گی۔

ہمیں کرنی ہے شہنشاہ بطحا کی رضا جوئی
وہ اپنے ہوگئے تو رحمتِ پروردگار اپنی

☆☆☆☆

# صوفیاے کرام نے خالص دنیا سے بے رغبت فرمایا اور صراطِ مستقیم پر گامزن فرمادیا

از: مولانا محسن رضا ضیائی، پونہ، مہاراشٹر ۹۹۲۱۹۳۴۸۱۲

**دنیا** ایک کھیل کود اور دل لگی کی جگہ ہے، بلکہ یہ کہہ لیجیے کہ یہ ایک مکر وفریب کی جگہ ہے، جو دلوں کو لبھاتی ہے اور نظروں کو خیرہ کرتی ہے۔ یہ بہت ہی حسین وجمیل اور نہایت ہی رنگ برنگ ہے، جو اپنی حسن وخوب صورتی، رنگ برنگی اور دل کشی سے انسان کو اپنے دامِ تزویر

میں پھنساتی ہے اور اس کے تمام اعمال و افعال حسنہ کو تباہ و برباد کر دیتی ہے۔ جو بھی انسان اس کی جھوٹی محبت میں گرفتار ہو جاتا ہے، گویا وہ اپنی آخرت سے غافل ہو جاتا ہے۔ اسی لیے اللہ کے پیارے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: "دنیا کی محبت ہر برائی کی جڑ ہے"۔ اسی طرح ایک مقام سے گزرتے ہوئے آپ نے ایک مردہ بکری کے بچے کو دیکھ کر صحابۂ کرام سے فرمایا کہ: کیا تم میں سے کوئی اس مردہ بکری کے بچے کو خریدنا پسند کرے گا؟ صحابۂ کرام نے عرض کیا کہ ہم میں سے کوئی بھی اسے خریدنا پسند نہیں کرے گا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس طرح تمھارے نزدیک یہ مردہ بکری کا بچہ بے وقعت ہے، اسی طرح دنیا بھی اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس سے کہیں زیادہ بے وقعت ہے۔

ان احادیث مبارکہ سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی کہ دنیا کی محبت اور اس سے تعلق ولگاؤ انسان کے لیے نقصان و خسارہ کا باعث ہے۔ اس کی آخرت کی تباہی و بربادی کا ذریعہ ہے۔ یہ تو معلوم ہو گیا کہ دنیا کس قدر نقصان و تباہی اور ضلالت و گمرہیت کا باعث ہے۔ لیکن یہ بھی جاننا ضروری ہے کہ دنیا میں کچھ لوگ ایسے بھی ہوئے ہیں، جنہوں نے دنیا کی اصلاح و فلاح میں اپنی زندگیاں صرف کردیں اور لوگوں کو اس کی رنگینیوں اور پر فریب اداؤں سے بچانے میں اہم اور قابل قدر کردار ادا کیا، انہیں لوگوں کو صوفیاے کرام کی جماعت کہا جاتا ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ صوفیاے کرام نے ہر دور میں خلق اور دنیا کی صلاح و فلاح کا کام بہ حسن و خوبی انجام دیا ہے، بلکہ ان کی خانقاہیں اور آستانے حقیقی معنی میں اسلام اور تعلیمات قرآن و احادیث کے مراکز رہے ہیں، جہاں سے وہ بھٹکے ہوئے لوگوں کو جادۂ راہ پر گامزن کرتے رہے ہیں۔ صوفیاے کرام اپنی اخلاقی، روحانی اور صوفیانہ تعلیمات و ہدایات سے لوگوں کی دنیا و آخرت کو سنوارنے کا کام کرتے رہے ہیں، ان کی زندگیوں کو قرآن و احادیث کا آئینہ دار بناتے رہے ہیں۔ ان کے دلوں میں آخرت سے محبت اور دنیا سے نفرت کا ایسا بیج بوتے رہیں کہ وہ فنافی اللہ ہو گئے اور اپنی زندگی سلوک و معرفت کے راستے میں گزار دی۔ انہیں تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کی ایسی تعلیم دیتے رہیں کہ ان کے قلوب و اذہان دنیوی خواہشات و نفسانیت سے پاک و منزہ ہو گئے۔ ان کے قلوب میں اللہ و رسول کی اطاعت و محبت کو اس طرح جاں گزیں کرتے رہیں کہ وہ فنافی اللہ و فنافی الرسول ہو گئے۔

صوفیاے کرام نے لوگوں کو دنیاوی برائیوں، فحاشیوں اور بے حیائیوں سے بچا کر انہیں عجز و انکساری، اخلاق و نرمی، عبادت و اطاعت گزاری، اتحاد و یک جہتی اور محبت و رواداری کی تعلیم دی ہے۔ پوری دنیا میں امن و آشتی اور اخوت و بھائی چارگی کا پیغام عام کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ لوگ صوفیا کی تعلیمات سے حد درجہ متاثر ہوتے تھے اور ان کے دامن بیعت و ارادت سے جڑ کر دنیا و ما فیہا سے بے نیاز ہو کر زندگی گزارا کرتے تھے۔ دنیا کی اصلاح اور اس کی فلاح میں صوفیاے کرام نے جو اہم اور شان دار کارنامے انجام دیے ہیں، وہ قیامت تک لوگوں کے لیے راہ نما اصول کی حیثیت رکھتے ہیں۔

تاریخ میں ہمیں بے شمار صوفیاے کرام کے اسما ملتے ہیں، جنہوں نے ترک دنیا کر کے اپنی زندگیوں کو دین و شریعت کی اشاعت و تبلیغ اور قوم و ملت کی ہدایت و راہ نمائی کے لیے وقف کر دیا۔ جنہوں نے اپنی اخلاقی، روحانی اور صوفیانہ تعلیمات و ہدایات سے گمراہ لوگوں کے نہاں خانۂ دل میں اللہ وحدہ لاشریک کی عظمت و جلالت اور اس کے رسول ﷺ کی نبوت و رسالت کے عقیدے کو اس طرح راسخ کیا کہ وہ اس پر تادم اخیر قائم و دائم رہے اور ان کی نسلوں میں بھی یہ تعلیمات نسلاً بعد نسلٍ منتقل ہوتی رہیں۔ ان صوفیاے کرام میں خاص طور سے قابلِ ذکر حضور حجۃ الاسلام امام غزالی، حضور سیدنا غوث اعظم، حضرت داتا گنج بخش ہجویری، حضور عطاے رسول حضرت خواجہ غریب نواز، حضرت خواجہ عثمان ہرونی، حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی، حضرت بابا فرید الدین گنج شکر، حضرت خواجہ نظام الدین اولیا، حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز اور حضرت مخدوم اشرف جہاں گیر سمنانی علیہم الرحمہ اور اس طرح کے سیکڑوں صوفیاے کرام ہیں، جنہوں نے دنیا کی صلاح و فلاح میں اہم کردار ادا کیا۔

اب یہاں ہم مضمون کی طوالت کا خیال کرتے ہوئے صوفیاے کرام کے اس کردار و عمل کو پیش کر رہے ہیں، جو انہوں نے اپنی تعلیمات و ملفوظات اور اقوال و ارشادات سے دنیا کی اصلاح و فلاح میں پیش کیا ہے۔

پانچویں صدی ہجری کے عظیم مجدد، مفکر و محقق اور صوفی کامل حضور حجۃ الاسلام حضرت امام غزالی علیہ الرحمہ نے دنیا کی اصلاح اور لوگوں کی فلاح کے لیے اپنی کتاب "منہاج العابدین" میں تیسری گھاٹی کے تحت بہت ہی مفید اور عمدہ باتیں پیش فرمائی ہیں۔ چناں چہ آپ نے دنیا کی اصلاح کچھ اس طرح فرمائی ہے:

" تم پر لازم ہے کہ تم دنیا سے بچو اور زہد اختیار کرو کیوں کہ معاملہ

تین حال سے خالی نہیں :

(۱) اگر تم عقل مند اور ذہین ہیں تو تمھارے لیے یہی بات کافی ہے کہ دنیا اللہ عزوجل کی دشمن ہے۔ جب کہ اللہ تعالیٰ تمھارا دوست اور حبیب ہے۔ اور دنیا عقل کو ختم کرنے والی ہے، جب کہ عقل تمھارا قیمتی سرمایہ ہے۔

(۲) اگر تم اللہ تعالیٰ کی عبادت میں ہمت و کوشش کرنے والے ہو تو تمھارے لیے یہی کافی ہے کہ دنیا کی نحوست اس حد تک پہنچ چکی ہے کہ وہ تمہیں عبادت کا ارادہ کرنے سے بھی روکے گی اور اس دنیا کی فکر تمہیں عبادت و بھلائی سے غافل کر دے گی، جب دنیا کی فکر کا یہ حال تو خود دنیا کتنی بڑی رکاوٹ ہوگی ؟

(۳) اگر تم غافل ہو اور تمھارے پاس عقل و بصیرت نام کی کوئی چیز نہیں کہ حقائق کو سمجھ سکو اور نہ ہی تمھارے پاس اچھے کاموں کی ہمت ہے تو تمھاری نصیحت کے لیے یہی بات کافی ہے کہ دنیا باقی رہنے والی نہیں ہے یا تو تم اسے چھوڑ جاؤ گے یا یہ تمہیں داغِ مفارقت دے دے گی۔ (منہاج العابدین، مترجم مجلس المدینۃ العلمیہ، ص: ۲۰۰)

حضرت خواجہ غریب نواز علیہ الرحمہ کے مرشد برحق حضرت عثمان ہرونی علیہ الر، جو اپنے وقت کے ایک عظیم صوفی تھے، ارشاد فرماتے ہیں: زہد (دنیا سے بے رغبتی) کی افضل ترین قسم یہ ہے ہ آدمی موت کو یاد کرے۔ اور فرمایا کہ خداے تعالیٰ کے ایسے بھی دوست ہیں کہ وہ دنیا میں ایک لمحے کے لیے بھی اس سے غافل ہوں تو ان کی ہستی مٹ جائے۔

(سلطان الہند خواجہ غریب نواز، ص ۷۸)

اسی طرح حضرت خواجہ غریب نواز علیہ الرحمہ بھی ایک ایسے صوفی کامل اور شیخ طریقت بزرگ ہیں، جنہوں نے اس ملک ہندوستان جو کے کفرستان بنا ہوا تھا، یہاں کفر و شرک کرنا عام تھا، لوگ ضلالت و گمرہی میں بھٹک رہے تھے۔ حضرت خواجہ غریب نواز ایسے حالات اور وقت میں ہندوستان وارد ہوئے اور اپنی اخلاقی، روحانی اور صوفیانہ تعلیمات و نظریات سے لوگوں کو اپنے سے قریب کیا اور ان کے ظاہر و باطن کی ایسی اصلاح کی کہ وہ ہمیشہ کے لیے فلاح کے راستے پر چل پڑے۔ چناں چہ آپ کے سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ آپ کی تعلیمات سے متاثر ہو کر لاکھوں لوگ آپ کے دست حق پرست پر کلمہ پڑھ کر مشرف باسلام ہوئے۔ آپ کی ابتدائی مقدس زندگی کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے ایک مجذوب بزرگ حضرت ابراہیم قندوزی سے فیض یاب ہونے کے بعد دنیا سے حد درجہ متنفر اور بے زار ہو گئے اور آپ نے دنیاوی محبت کے سارے امور سے کنارہ کشی اختیار فرمالی۔ باغ، پن چکی اور دوسرے جتنے بھی ساز و سامان تھے، انہیں بیچ کر ان کی قیمت فقرا و مساکین میں تقسیم فرمادی اور سلوک و معرفت کے راستے کے طالب ہو گئے۔ دوبارہ دنیا کی طرف مڑ کر نہیں دیکھا۔ آپ کے ملفوظات و ارشادات سے بھی یہ بات روزِ روشن کی طرح ظاہر و باہر ہے کہ آپ نے کس طرح لوگوں کے ظاہر و باطن کی اصلاح کی اور ان کی دنیا کو فلاح و کامیابی کا ضامن بنایا۔

حضور سیدنا غوث اعظم جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سیرت پاک میں بھی ہے کہ آپ نے اپنی زندگی کا وافر حصہ مخلوق خدا کی فلاح و اصلاح میں گزار دیا۔ آپ دنیا اور اہل دنیا کی اصلاح اس طرح فرمایا کرتے تھے کہ آپ کی مجلس وعظ میں بیٹھے ہزاروں افراد پر رقت طاری ہو جایا کرتی تھی، خوف و خشیت الٰہی کا اس طرح غلبہ ہوا کرتا تھا کہ کتنے ہی لوگ جاں بحق ہو جایا کرتے تھے۔ آپ کی باتیں انتہائی موثر اور پُر مغز ہوا کرتی تھیں۔ اسی طرح آپ نے دنیا اور اہل دنیا کی اصلاح و فلاح کا عظیم کام انجام دیا۔

حضرت علی بن عثمان ہجویری علیہ الرحمہ بھی ایک باصفا بزرگ گزرے ہیں، جنہوں نے دنیا اور اہل دنیا کی صلاح و فلاح میں اپنی حیاتِ مستعار کا پورا حصہ صرف کر دیا اور دنیا کی اصلاح و فلاح کے اہم مقصد سے "ایک گراں قدر کتاب "کشف المحجوب الی دیار المحبوب" نام سے لکھی، جس میں دنیا کی اصلاح و فلاح کے حوالے سے بہت ہی مفید باتیں ارشاد فرمائیں۔

حضرت سیدنا مخدوم اشرف جہاں گیر سمنانی علیہ الرحمہ بھی ایک بہت بڑے صوفی اور درویش کامل تھے۔ آپ نے بھی دنیا کی اصلاح و فلاح میں غیر معمولی کردار ادا کیا ہے۔" لطائف اشرفی "جو آپ کے ملفوظات کا مجموعہ ہے، تین حصص پر مشتمل ہے، جسے آپ کے مرید خاص حضرت نظام الدین یمنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مرتب کیا ہے، اس کے حصۂ سوم میں لطیفہ نمبر ۴۰ میں "پرہیز گاری، دنیا سے بے رغبتی اور تقویٰ کا بیان ہے۔ اپنے اس لطیفے میں حضرت مخدوم سمنانی علیہ الرحمہ نے دنیا کی صلاح و فلاح کا راستہ ارشاد فرمایا اور اہل دنیا کو دنیا سے بے رغبتی و بے زاری پر زور دیا ہے۔

محبوب الٰہی حضرت نظام الدین اولیا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی دنیا کی صلاح

وفلاح میں ایک نمایاں اور اہم کردار ادا کیا ہے۔ آپ کی خانقاہ کا دروازہ ہر آنے والے کے لیے ہمیشہ کھلا رہتا تھا۔ بلا تفریق مذہب وملت لوگ آپ کی بارگاہ میں آتے تھے اور آپ کی صوفیانہ تعلیمات سے متاثر ہو کر مشرف باسلام ہو جایا کرتے تھے۔ آپ نے ہر آنے والے شخص کی دنیا کی اصلاح فرمائی اور انہیں فلاح کا راستہ دکھایا۔

حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز علیہ الرحمہ کا بھی شمار ان ہی صوفیاے کرام میں ہوتا ہے، جنہوں نے دنیا کی صلاح وفلاح میں اپنی پوری زندگی صرف کر دی اور لوگوں کی زندگیوں میں ایک عظیم انقلاب برپا فرما دیا۔ دکن کی سرزمین پر ورود فرمانے کے بعد لوگ دور دراز سے جوق در جوق آپ کی خانقاہ میں آیا کرتے تھے اور آپ کے حسن سلوک اور اخلاقی وروحانی باتوں سے فیض یاب ہو کر آپ کے دامن بیعت و ارادت سے وابستہ ہو جایا کرتے تھے۔ آپ اپنے مریدین، خلفا اور عوام کی اصلاح کا حد درجہ اہتمام فرمایا کرتے تھے۔ انہیں دنیاوی آسائشوں، آلائشوں اور برائیوں سے بچا کر فلاح کا راستہ دکھایا کرتے تھے۔

حضرت بابا فرید الدین گنج شکر علیہ الرحمہ بھی ایک عظیم صوفی اور عارف باللہ تھے۔ جب آپ اپنے مریدین و خلفا کے درمیان ہوتے تو دنیا کی وقعت و حیثیت کو ان کے سامنے بیان کرتے اور انہیں ترکِ دنیا پر ابھارتے تھے۔ دنیا کے بارے میں آپ فرماتے ہیں:

"جو شخص دنیا کو ترک کر دیتا ہے، خداے تعالیٰ دنی اور اہل دنیا کو اس کے قدموں میں ڈالتا ہے۔ آپ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ: جس بندے کو خداے تعالیٰ عزیز رکھتا ہے، اس کی نظر میں دنیا کو خوار و ذلیل کر دیتا ہے۔" (سیر الاولیا، ص ۱۷۱)

اس طرح کے اور بھی بے شمار صوفیاے کرام ہیں، جن کے احوال و آثار کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے دنیا کی اصلاح وفلاح کا گراں بہا کام انجام دیا۔ انہیں مادی دنیا سے آزاد کرا کر آخرت کی طرف راغب کیا ہے۔ صوفیاے کرام نے اپنے اخلاق عالیہ اور مواعظ حسنہ کے ذریعے لوگوں کو حد درجہ متاثر و مسخر کیا اور ان کی ظاہری و باطنی صلاح اور فلاح کا اہتمام کیا۔ دنیا میں علم و معرفت، تصوف و طریقت، مجاہدہ و ریاضت اور زہد و قناعت کو پھیلا کر دنیا کی اصلاح کی اور اس کی فلاح میں ایک عظیم رول ادا کیا۔

☆☆☆☆

(ص: ۳۳ کا بقیہ)۔۔۔ **سفر حج و زیارت:** آپ نے پہلا سفرِ حج ۱۹۹۷ء میں اور دوسرا ۲۰۱۲ء میں کیا۔ پہلے حج کے موقع پر حرم شریف میں میری ملاقات حضرت مولانا مسیح الدین صاحب سے ہوئی، انھوں نے یہ خوش خبری سنائی کہ حضرت بھی تشریف لائے ہیں۔ آج ہم دن میں شہر مکہ سے باہر گئے تھے، حضرت نے اونٹ کی سواری فرمائی اور فرمایا کہ یہ بھی رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے، اس سے اندازہ لگائیں کہ ہر وقت، ہر جگہ آپ سنتِ نبوی کا خیال فرماتے ہیں۔ میں نے حرمین طیبین میں دیکھا کہ ایک سے ایک چقطع مقطع، تام جھام کے ساتھ نمائشی پیر بنے ہیں مگر حضرت اسی سادگی اور سنجیدگی میں نظر آتے ہیں جیسا کہ جامعہ میں رہتے ہیں۔

**اشرفیہ نے ہمیشہ آپ کو خوشی دی:** حضرت محدثِ جلیل فرماتے ہیں: "جب میں ۱۹۹۵ء میں اتر پردیش بورڈ سے ریٹائر ہوا تو عزیزِ ملت مولانا عبد الحفیظ صاحب میرے پاس آئے اور کہا کہ آپ گورنمنٹ سے ریٹائر ہوئے ہیں، اشرفیہ سے آپ ریٹائرڈ نہیں ہوئے ہیں آپ تا حیات جب تک چاہیں اشرفیہ میں رہیں۔"

آپ کو ریٹائرڈ کی خبر سن کر بہت سے دینی ادارے آپ کو اپنے اداروں میں لے جانے کی جد و جہد میں لگ گئے مگر آپ نے مادرِ علمی کو ہی ترجیح دی اور فرمایا کہ "اشرفیہ نے ہمیشہ مجھے خوشی دی ہے۔"

خاص بات یہ رہی کہ اتنی طویل مدت آپ نے اشرفیہ میں گزار دی، مگر کبھی طلبہ و مدرسین، انتظامیہ اور عوام سے کوئی رنجش نہ ہوئی، نہ کوئی شکایت کا موقع ملا جب کہ مدارس و مکاتب میں کچھ نہ کچھ حالات پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ یقیناً عزت حاصل ہونا بہت بڑی بات ہے اور اس سے بڑی بات ہے اس کا باقی رکھنا۔ آپ کل بھی ہر دلعزیز تھے اور آج بھی۔

**اولاد امجاد:** آپ کی اولاد میں تین صاحب زادے اور دو صاحب زادیاں ہیں۔ بڑے صاحب زادہ جناب ماسٹر جمیل احمد صاحب ریٹائرڈ ہو چکے ہیں، دوسرے صاحب زادہ حافظ اجمل صاحب جو گھر ہی پر رہتے ہیں اور تیسرے ڈاکٹر رضوان صاحب جو الہ آباد میں ماہر سرجن ہیں، سب صاحبِ اولاد، شاد و آباد اور خوش حال ہیں۔

اب آخر میں اپنے ممدوح مربی الروح محدثِ جلیل دامت برکاتہم کے بارے میں یہ حقیقت واضح کر کے اختتام چاہوں گا کہ آپ اللہ تعالیٰ کے ان مخصوص بندوں میں ہیں جو اپنی گوناگوں خصوصیات، عمدہ اوصاف و کمالات اور پاکیزہ اخلاق و کردار اور علم و عمل کی گہرائی و گیرائی کے سبب بلند مقام کے حامل ہونے کے ساتھ عند اللہ و عند الناس محبوب ہیں۔ ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء. ☆☆☆☆

# امام احمد رضا
## اہلِ بیت اطہار اور صحابۂ کرام سے محبت

مفتی منیب الرحمٰن

**امام احمد رضا** قادری رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کو ایک سو ایک سال گزر چکے ہیں، ان کی شخصیت کثیر الجہات ہے، انہوں نے علم کے متعدد شعبوں میں تحریری شاہکار چھوڑے ہیں، ان کے فتاویٰ کا مجموعہ مفصل اور مدلل ہے۔ ان کا نعتیہ کلام قرآن وحدیث سے ماخوذ ہے اور اس کی ترجمانی ہے۔ انھوں نے سیرت نبوی کے واقعات کو نہایت جامعیت، کاملیت اور معنویت کے ساتھ اشعار میں ایسے سمویا کہ گویا دریا کو کوزے میں بند کر دیا۔ سفرِ ہجرت میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی جاں نثاری اور ایک سفر کے حوالے سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رسول اللہ ﷺ سے کمال محبت کو ایک ساتھ بیان کرتے ہوئے اس سے یہ نتیجہ نکالتے ہیں: غلامانِ مصطفیٰ ﷺ کے لیے اللہ تعالیٰ کی بندگی کے تقاضوں پر پورا اترتے ہوئے اصل الاصول اور روحِ ایمان رسول اللہ ﷺ کا ادب واحترام ہے اور یہ شعار ایثار وادبِ صحابۂ کرام میں مرتبۂ کمال پر تھا، اس میں خلفائے راشدین کا مقام سب سے نمایاں ہے، وہ لکھتے ہیں:

مولا علی نے واری تری نیند پر نماز
اور وہ بھی عصر، سب سے جو اعلیٰ خطر کی ہے
صدیق، بلکہ غار میں جاں ان پہ دے چکے
اور حفظِ جاں تو جان، فُروضِ غُرر کی ہے
ہاں تو نے ان کو جان انھیں پھیر دی نماز
پر وہ تو کر چکے تھے جو کرنی بشر کی ہے
ثابت ہوا کہ جملہ فرائض فروع ہیں
اصل الاصول بندگی اس تاجور کی ہے

ان اشعار کا معنیٰ یہ ہے: غزوۂ خیبر سے واپسی کے سفر میں رسول اللہ ﷺ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے زانوؤں پر سر رکھ کر آرام فرما رہے تھے، انہوں نے آپ ﷺ کے آرام کو فرض نماز کی ادائیگی پر ترجیح دی اور ان کی عصر کی نماز قضا ہوئی، رسول اللہ ﷺ کی دعا سے سورج پلٹ آیا اور انہوں نے عصر کی نماز ادا کی، اسی طرح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے غارِ ثور میں سانپ کے بل پر اپنا انگوٹھا رکھا اور ڈسے جانے کی اذیت کے باوجود انھوں نے آپ ﷺ کے آرام میں خلل نہ آنے دیا اور اپنی حد تک تعظیمِ مصطفیٰ ﷺ میں اپنی جان نذر کر دی، خلفائے راشدین کے اس شعار سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کی تعظیم فرائض پر مقدم ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حضور سلام پیش کرتے ہوئے ان کی شانِ عدالت اور ترجمانِ رسالت ہونے کا ذکر فرمایا، انہیں امامِ ہدایت، حق وباطل کے درمیان فرق کرنے والا اور باطل پرستوں کے لیے ننگی تلوار قرار دیتے ہوئے کہا: ان کے دشمنوں کا ٹھکانا جہنم ہے۔

ترجمانِ نبی، ہم زبانِ نبی
جانِ شانِ عدالت پہ لاکھوں سلام
وہ عمر، جس کے اعدا پہ شیدا سقر
اس خدا دوست حضرت پہ لاکھوں سلام
فارقِ حق و باطل امام الہدیٰ
تیغِ مسلولِ شدّت پہ لاکھوں سلام

حضرت سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے حضور سلام پیش کرتے ہوئے ان کا ذکر ذوالنورین کے لقب کے ساتھ کیا اور بتایا کہ آپ ﷺ کا خاندان نور ہی نور تھا اور آپ کی دو نورانی صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے حضرت عثمان کے عقد میں آئیں:

نور کی سرکار سے پایا دو شالہ نور کا

ہو مبارک تم کو ذوالنورین جوڑا نور کا
تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عین نور، تیرا سب گھرانہ نور کا

غدیرِ خم کے مقام پر آپ ﷺ نے فرمایا تھا جس کا میں مولیٰ ہوں، اس کے علی مولیٰ ہیں، انہوں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مولیٰ کے وصف کے ساتھ ذکر کیا اور یہ کہ آپ نے انھیں بوتراب کا لقب عطا فرمایا تھا، وہ دشمن پر پلٹ پلٹ کر حملہ کرنے والے سب سے بہادر شیر ہیں، سید المرسلین ﷺ کی نسل پاک ان سے جاری ہوئی، وہ وصال باری تعالیٰ کا وسیلہ ہیں اور ولایت کے سلسلوں کا مدار محور ہیں، چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

اس نے لقبِ خاک، شہنشاہ سے پایا
جو حیدر کرار کہ مولیٰ ہے ہمارا
مرتضیٰ شیر حق اشجع الاشجعیں
ساقیِ شیر و شربت پہ لاکھوں سلام
اصلِ نسلِ صفا، وجہ وصلِ خدا
بابِ فصلِ ولایت پہ لاکھوں سلام

پھر امام احمد رضا قادری نے ایک حدیث کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: رسول ﷺ نے حضرت علی سے فرمایا: ”ابوبکر وعمر“ انبیا و مرسلین کے سوا اولین و آخرین کے پختہ عمر جنتیوں کے سردار ہوں گے، تم انہیں نہ بتانا۔ (ترمذی ۳۶۶۶)

بعض شارحین نے اس کا معنیٰ بیان کی علی تم انھیں نہ بتانا میں خود انھیں بشارت سناؤں گا، چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

فرماتے ہیں، یہ دونوں ہیں سردارِ دوجہاں
اے مرتضیٰ! عتیق و عمر کو خبر نہ ہو

اسی طرح امام احمد رضا اس روایت کا حوالہ دیتے ہیں کہ اہل صفہ بھوک سے نڈھال تھے، کوئی دودھ کا برتن لے کر آیا، آپ ﷺ نے حضرت ابوہریرہ سے کہا: سب کو پلاؤ۔ کم و بیش ستر اصحاب صفہ نے پیٹ بھر کر پیا، پھر حضرت ابوہریرہ نے پیا، آخر میں ساقی کوثر ﷺ نے خود نوش فرمایا اور فرمایا: پیاسی قوم کو سیراب کرنے والا خود سب سے آخر میں اپنی پیاس بجھاتا ہے، یہ رسالت مآب ﷺ کا معجزہ تھا کہ تھوڑا سا دودھ اتنے اصحاب کی بھوک اور پیاس کو مٹانے کے لیے کافی ثابت ہوا۔

کیوں جناب بوہریرہ! تھا وہ کیسا جام شیر
جس سے ستر صاحبوں کا دودھ سے منہ پھر گیا

اہل بیت اطہار رضوان اللہ علیہم اجمعین کی شان بیان کرتے ہوئے امام احمد رضا لکھتے ہیں:

” نسل پاک مصطفیٰ ﷺ کا جو خاندان ہے، خاتون جنت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی کلی سے حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی صورت میں نورانی شگوفے نکلے۔

کیا بات رضا اس چمنستانِ کرم کی
زہرا ہے کلی جس میں حسین اور حسن پھول

امام احمد رضا جب سیدہ فاطمۃ الزہرا کے آستانے پر حاضر ہوئے تو کچھ عرض کرنے کا حوصلہ نہ تھا، ایسا لگا کہ فرشتوں نے کہا: اے آقائے دو جہاں کی شہزادی! آپ کے در پر رسول اللہ ﷺ کا منگتا حاضر ہے۔

مجھ کو کیا منہ عرض کا، لیکن فرشتوں نے کہا
شہزادی! در پہ حاضر ہے یہ منگتا نور کا

امام احمد رضا اہل بیت اطہار کی شان میں سلام عرض کرتے ہوئے لکھتے ہیں: بارگاہ اقدس سال کے یہ پھول صحیفے کے پاروں کی طرح ہمارے لیے متبرک اور عقیدت کا مرکز ہیں، آیتِ تطہیر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: ان کی نمو آبِ تطہیر سے ہوئی ہے، اہل بیت نبوت کا سارا باغ ہی شرافت کے پھولوں سے آباد ہے:

پارہ ہائے صُحُف، غنچہ ہائے قُدس
اہل بیت نبوت پہ لاکھوں سلام
آب تطہیر سے جس میں پودے جمے
اس ریاضِ نجابت پہ لاکھوں سلام
خون خیر الرسل سے ہے جن کا خمیر
ان کی بے لوث طینت پہ لاکھوں سلام
اس بتولِ جگر پارۂ مصطفیٰ
حجلہ آرائے عفت پہ لاکھوں سلام

جس کا آنچل نہ دیکھا مہ و مہر نے
اس ردائے نزاہت پہ لاکھوں سلام
سیدہ زاہرہ طیبہ طاہرہ
جانِ احمد کی راحت پہ لاکھوں سلام

حضرات حسنین کریمین کو آپ ﷺ نے اپنے لعاب دہن مبارک میں کھجور کی مٹھاس ملا کر گھٹی دی، ان کے لیے اپنے سجدوں کو طویل کیا، انھیں اپنی گود میں بٹھا کر خطبہ ارشاد فرمایا۔ امام عالی مقام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دشت غربت میں انتہائی شقاوت وسنگ دلی سے شہید کیا گیا، امام حسن مجتبیٰ سخیوں کے سردار، راکبِ دوشِ نبوت اور آفتاب ہدایت تھے، ان کی شان میں آپ لکھتے ہیں:

شہد خوارِ لعابِ زبانِ نبی
چاشنی گیرِ عصمت پہ لاکھوں سلام
اس شہید بلا، شاہ گلگوں قبا
بے کسِ دشتِ غربت پہ لاکھوں سلام
حَسَنِ مجتبیٰ، سید الاسخیا
راکبِ دوشِ عزت پہ لاکھوں سلام
اوجِ مہرِ ہدیٰ، موج بحرِ ندیٰ
روحِ روحِ سخاوت پہ لاکھوں سلام

سید المرسلین ﷺ کا سایہ نہ تھا سنین کریمین نورِ نبوت کا پرتو تھے اور ان دونوں شہزادوں کی صورتوں کے ملاپ سے صورت مصطفیٰ کی شبیہ بنتی تھی۔

معدوم نہ تھا سایۂ شاہِ ثقلین
اس نور کی جلوہ گاہ تھی ذاتِ حسنین
تمثیل نے اس سایہ کے دو حصے کیے
آدھے سے حسن بنے ہیں آدھے سے حسین
ایک سینہ تک مشابہ اک وہاں سے پاؤں تک
حسنِ سبطین ان کے جاموں میں ہے نیما نور کا
صاف شکلِ پاک ہے دونوں کے ملنے سے عیاں
خطِّ تو ام میں لکھا ہے یہ دو ورقہ نور کا

ازواج مطہرات، امہات المومنین رضوان اللہ علیہن سے اظہار عقیدت کرتے ہوئے انہیں اس گھر کی آبرو قرار دیتے ہیں، جہاں تطہیر اتری، وہ عفت مآب تھیں:

اہل اسلام کی مادرانِ شفیق
بانوانِ طہارت پہ لاکھوں سلام
جلوہ گیانِ بیت الشرف پر درود
پردگیانِ عفّت پہ لاکھوں سلام

بالخصوص ام المومنین سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں لکھتے ہیں کہ وہ اللہ کے پیارے رسول ﷺ کے لیے مشکل وقت میں جائے امن تھیں، انہوں نے رفاقت کا حق ادا کر دیا، ان پر فرشتے سلام لے کر اترتے تھے۔

سیّما پہلی ماں کہفِ امن و اماں
حق گزارِ رفاقت پہ لاکھوں سلام
عرش سے جس پہ تسلیم نازل ہوئی
اس سرائے سلامت پہ لاکھوں سلام

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شان بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: وہ ذات رسالت مآب ﷺ کے لیے باعث راحت نہیں، ان کی پاک دامنی کی شہادت سورہ نور میں نازل ہوئی، ان کے کاشانۂ اقدس میں جبریل امین بھی اجازت لے کر آتے تھے، وہ مجتہدہ اور فقیہہ تھیں، پوری امت ان کے علمی مقام کی معترف ہے۔

بنتِ صدیق، آرامِ جانِ نبی
اس حریمِ براءت پہ لاکھوں سلام
یعنی ہے سورۂ نور، جن کی گواہ
ان کی پرنور صورت پہ لاکھوں سلام
جس میں روح القدس، بے اجازت نہ جائیں
اس سرادق کی عصمت پہ لاکھوں سلام
شمعِ تابانِ کاشانۂ اجتہاد
مفتیِ چار ملت پہ لاکھوں سلام

**نوٹ:** امام احمد رضا کے کلام میں عربی اور فارسی کے ثقیل الفاظ ہیں، قارئین کے لیے ہم نے حرکات لکھ دی ہیں، کالم کی تنگ دامانی کے سبب معانی نہ لکھنے پر معذرت خواہ ہوں۔ ☆☆☆

# عرض داشت

## صفدر امام قادری کے کالموں کا انتخاب

تبصرہ نگار: مبارک حسین مصباحی

| | | |
|---|---|---|
| نام کتاب | : | عرض داشت۔ صفدر امام قادری کے کالموں کا انتخاب |
| مرتب | : | محمد صابر رضا رہبر مصباحی |
| اشاعت | : | ۲۰۱۸ء |
| صفحات | : | ۵۹۲ |
| قیمت | : | ۶۰۰/روپے (مجلد) ۳۵۰/روپے (غیر مجلد) |
| ناشر | : | کریٹیو اسٹار پبلی کیشنز، جامعہ نگر، دہلی |
| زیرِ اہتمام | : | مکتبہ صدق (بزمِ صدف انٹرنیشنل کا شعبۂ اشاعت) |

خوب صورت گیٹ اپ، اچھا کاغذ معیاری طباعت ایک ضخیم اور وقیع عرض گزاریوں کا دلکش مجموعہ اس وقت ہمارے پیشِ نظر ہے۔ اس کے رائٹر ہیں بلند پایہ ادیب اور معروف نقاد پروفیسر صفدر امام قادری ۔ راقمِ سطور مبارک حسین مصباحی نے ان کے نام و کام کے بارے میں تو بہت کچھ سنا ہے، مگر ملاقات کا شرف حاصل نہیں کرسکا۔ آپ تقریبًا چار دہائیوں سے لکھ رہے ہیں اور چھپ رہے ہیں۔ آپ اردو، ہندی اور انگریزی زبانوں کے ماہر ہیں، مختلف زبانوں میں آپ کی کتابیں جہانِ علم و دانش میں معروف ہیں۔ آپ اپنے فکر و قلم کی برکتوں سے بیرونِ ہند بھی تشریف لے جاتے ہیں۔ فرانس، روم، قطر، بنگلہ دیش اور کویت وغیرہ ممالک کی ادبی سیاحت فرما چکے ہیں۔

مرتبِ ”عرض داشت“ مولانا صابر رضا رہبر مصباحی نے ایک تفصیلی اور معلوماتی مقدمہ تحریر کیا ہے، دو ایک پیراگراف کی تلخیص پیشِ خدمت ہے:

”پروفیسر صفدر امام قادری کی صحافتی زندگی کا آغاز عہدِ طالب علمی سے ہو چکا تھا۔ ۱۹۷۵ء میں انھوں نے ہندی روزنامہ ”اسٹار“ سے لکھنا شروع کیا، بچوں کے مسائل پر مضامین لکھے، پندرہ روزہ ”ظلم کا پرتی کار“ ہندی ۱۹۸۵ء میں مضامین لکھے، مگر باضابطہ آپ کی صحافت کا آغاز ہندی روزنامہ ”پاٹلی پتر ٹائمس“ سے ہوتا ہے، اس اخبار کے مالک سابق وزیرِ اعلیٰ جگن ناتھ مشرا تھے۔ ۱۹۸۶ء میں اردو، ہندی اور انگریزی کے اخبارات میں آپ کے مضامین اور تجزیاتی رپورٹیں شائع ہونے لگیں۔ اردو میں مضمون نویسی اور مراسلہ نگاری کی تربیت گھریلو طور پر ہوئی، جب کہ ہندی تربیت نوبھارت ٹائمس کے ایڈیٹر اور سابق ممبر آف پارلیمنٹ دینا ناتھ مشرا کے زیرِ سایہ ہوئی۔ اس اخبار میں ہفتہ میں دو کالم شائع ہوتے تھے ایک ”اردو اخباروں سے“ دوسرا تھا ”پاکستانی اخباروں سے“ ان دونوں کالموں کی ذمہ داری صفدر امام قادری کی تھی۔

ایک اچھے قلم کار میں جن خوبیوں کا ہونا ضروری ہوتا ہے، ہم سمجھتے ہیں، ان میں سے بہت سی خوبیاں آپ میں موجود ہیں، بقول صفدر امام قادری ”اردو کی صحافتی تاریخ سے میرا بے حد گہرا تعلق رہا ہے اور ”جامِ جہاں نما“ سے لے کر آج تک کے اردو اخبارات و رسائل کو بہ ہر طرح غور و فکر کا موضوع بنانے میں میری دلچسپی قائم رہی ہے“۔

آپ مزید لکھتے ہیں: ”ہندی اور انگریزی صحافت کی تاریخ کے مختلف دور پر نگاہ ڈالنے کی بھی کوشش کی ہے۔“

پروفیسر واحد نظیر جامعہ ملیہ اسلامیہ نئی دہلی نے تحریر فرمایا ہے:

”اردو صحافت ہر عہد میں ایسے نادرہ کار صاحب قلم سے فیض یاب رہی، جن کے علم و فضل اور دانش ورانہ طرز سے صحفِ صحافت کے بے شمار خط وخال رشک ادب کا مرکز قرار پاتے رہے۔ ”عرض داشت“ کے کالم اسی روایت کی موجودہ کڑی ہیں ۔ اس کے مشمولات ہندستانی معاشرے کے تقریبًا ان تمام اجزا کو محیط ہیں جو ایک ترقی پذیر ملک کے وجود میں عناصر ترکیبی کی حیثیت رکھتے ہیں۔ کالم نگار صفدر امام قادری اساسی طور پر ادب کے صاحب طرز نقاد ہیں لہذا ان کا انتقادی جوہر ان تحریروں میں بھی محجوب نہیں۔ لیکن اخلاص و استدلال مانندِ آئینہ کہ مقصود چہرے

کے داغ کی تشہیر نہیں، چہرے کی تزئین ہے۔"

پروفیسر صفدر امام قادری منفرد انداز کے ادیب اور منصف مزاج نقاد ہیں۔ آپ اہلِ علم و دانش اور حاملانِ شعر و ادب میں اپنا ایک امتیازی مقام رکھتے ہیں۔ آپ باضابطہ اردو صحافت میں آئے تو آپ نے کسی کا دباؤ محسوس نہیں کیا، نہ خود غرضی رہی اور نہ معاصرانہ چشمک کا کوئی اثر رہا، جو حق و سچ نظر آیا سپرد قلم فرما دیا، آپ مشکل ترین معاملات میں بھی کھال کا بال نکال لیتے ہیں، بہت سے پیچیدہ مسائل ہوتے ہیں، عام صحافی بعض مصالح کے پیشِ نظر انھیں ترک فرما دیتے ہیں۔ ایسے مسائل و معاملات میں آپ اپنی منفرد سوچ رکھتے ہیں، آپ کے دماغ کا پرندہ وہیں جاکر بیٹھتا ہے جہاں عام صحافیوں کی نظریں نہیں پہنچتیں۔ زبان و بیان بھی بہت اعلیٰ ہے۔ اسلوبِ نگارش بھی اپنے اندر انفرادیت رکھتا ہے۔ نقد و نظر ہو یا فکر و فن، شعری موشگافیاں ہوں یا ادبی نشیب و فراز، معاملات پر سیاست کا رنگ غالب ہو یا سماجی معاملات کی پیچیدگیاں۔ اکیڈمیوں کے ادبی اور فنی امور ہوں یا ان میں سیاست کی فن کاریاں، یونیورسٹیوں میں ملازمات کے مسائل ہوں یا تعلیمی سرگرمیوں سے پہلو تہی۔ بین الاقوامی سیاسی اور ادبی امور ہوں یا ملکی پارٹیوں کی شہ زوریاں، صوفیاے کرام کی رواداریاں ہوں یا شاعروں اور ادیبوں کی یادگاریاں۔ کھیل کے میدان ہوں یا بڑے اداروں سے ملنے والے اعزازات، ایوانِ حکومت کی بالادستیاں ہوں یا گورنمنٹ سے ملنے والے ایوارڈ، اس قسم کے موضوعات پر "عرض داشت" میں بھرپور خزانہ ہے۔

ایک بات ہمیشہ ذہن میں رہنا چاہیے کہ روز ناموں کے کالم نگاروں کے پاس وقت کی تنگی ہوتی ہے اور الفاظ بھی تیرہ سو سے پندرہ سو تک محدود ہوتے ہیں۔ اگر کوئی زیادہ لکھتا ہے تو اخبار کے مرتب کی قینچی چل جاتی ہے، حالاں کہ بعض موضوع تفصیل طلب ہوتے ہیں، اس طرح کبھی کبھی بات ادھوری رہتی ہے اور بعض مواقع پر ذہن حاضر نہیں ہوتا۔ مگر آپ کے فکر و قلم کا یہ کمال ہے کہ اپنی عرضیاں بڑے ڈھنگ سے پیش کی ہیں۔ یہ تو آپ بخوبی جانتے ہیں کہ ایک بڑی شخصیت کو باضابطہ لکھنے کا موقع نہیں ملتا، بقول صفدر امام قادری:

"یہ سارے کالم دوڑ بھاگ کی زندگی میں کیسے کیسے وقت چرا کر لکھے گئے ہیں، ان پر اگر اظہارِ خیال کروں تو کئی صفحات سیاہ ہو جائیں گے۔ نوے فیصدی سے زیادہ کالم ہماری عزیز شاگردہ افشاں بانو کو بول کر لکھائے گئے ہیں اور کمپیوٹر پر ان کی انگلیوں سے جو حرف بنے انھیں ہی اخبار کو روانہ کر دیا گیا۔"

"عرض داشت" کے مرتب زبان و ادب پر گہری نگاہ رکھنے والے نوجوان صحافی ہیں۔ دینی اور عصری علوم و فنون کے حامل ذمہ دار فرد فرید ہیں، ماضی قریب میں وہ جامعہ اشرفیہ مبارک پور میں بحیثیت طالب علم رہتے تھے، پڑھنے میں محنتی تھے، وہاں بھی قلمی اور ادبی شناخت رکھتے تھے، گاہے بہ گاہے چھپتے بھی رہتے تھے، جامعہ اشرفیہ مبارک پور سے فراغت کے بعد وہ تصنیف و تالیف کے میدان میں اپنے ذوق کی بنیاد پر آگے بڑھے اور صحافتی دنیا میں باضابطہ قدم رکھا۔ اس وقت آپ "روز نامہ انقلاب" پٹنہ کے سب ایڈیٹر ہیں اور ملک کے سب سے بڑے اردو اخبار میں بہ حسن و خوبی ذمہ داریاں نبھا رہے ہیں۔ مختلف موضوعات پر خبریں، متعدّد گوشے اور گوناگوں عناوین پر مضامین لکھتے رہتے ہیں۔ متعدّد دینی، عصری اور سوانحی کتابیں بھی منظرِ عام پر آگئی ہیں شہرت و نام وری کے بامِ عروج کی جانب بڑی تیزی سے پرواز کر رہے ہیں۔ ایم اے کے بعد اب پی. ایچ. ڈی. کا آغاز فرما چکے ہیں۔

ہم ۴ر اگست ۲۰۱۹ء کو پٹنہ میں آفتابِ شریعت حضرت دیوان شاہ ارزانی کے عرس کے موقع پر انھیں کے حوالے سے ایک سیمینار میں حاضر ہوئے تھے، حضرت مرتب نے سیمینار میں ہی اپنے دست اقدس سے یہ مرقعِ جمیل عطا فرمایا تھا۔

پیشِ نظر مجموعہ آپ نے بڑے سلیقے سے مرتب فرمایا ہے۔ دو صفحے کا "پیش لفظ" شہاب الدین، چیرمین بزمِ صدف انٹرنیشنل اور صفدر امام قادری ڈائریکٹر صدف انٹرنیشنل نے تحریر فرمایا۔ اس میں آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ "رسالہ صدف میں ہم نے یہ کوشش کی ہے کہ علمی اعتبار سے وہ اردو کی عالمی آبادی کا ترجمان بن سکے"۔ زیادہ سے زیادہ ملکوں تک رسالے کو پہنچانا اور وہاں کے مصنفین کی تخلیقات کی شمولیت اور تشہیر و اشاعت کا مقصد ہمیشہ ہمارے پیشِ نظر رہا ہے۔ آپ بزمِ صدف انٹرنیشنل سے عظیم شخصیات کو بین الاقوامی ایوارڈ بھی تفویض فرماتے ہیں اور جدید ادبی، تنقیدی اور شعری عناوین پر کتابیں بھی شائع فرما رہے ہیں۔

محترم شوکت حیات نے "صفدر امام قادری ہونے کا مطلب" کے عنوان پر پانچ اور آدھے صفحات پر ادبی اور تجزیاتی تحریر پیش

فرمائی ہے۔ پروفیسر صفدر امام قادری نے "عرضی کالم نگار کی" میں اپنی قلمی حق بیانی کا حق ادا فرمادیا ہے، دریا کو کوزہ میں نہیں بلکہ سمندر کو کوزے میں سمیٹ دیا ہے، اس پر تجزیہ کسی اور وقت کے لیے اٹھا کر رکھ دیتے ہیں۔ مرتب مولانا صابر رضا رہبر مصباحی نے مقدمہ فقط چالیس صفحات میں سمیٹ کر قلمی ساحری کا جادو جگادیا ہے۔ آپ نے صفدر امام قادری کی شخصیت و فکر پر مختلف جہتوں سے اجمالی آئینہ دکھایا ہے، "کالم نگاری" پر بھی معلومات افزا گفتگو فرمائی ہے اور پھر "عرض داشت" پر بھی گراں قدر عرضیاں رقم فرمائی ہیں۔ آپ نے اس میں جامعہ اشرفیہ کے فاضل ہونے کا حق بھی ادا فرمادیا ہے۔ اس پر ہم آگے گفتگو کریں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

"عرض داشت" کو رہبر مصباحی نے ۱۹/ ابواب پر مرتب فرمایا ہے، جب کہ اس سے قبل چار وقیع تحریریں کتاب سے متعلق ہیں اور آخر میں پروفیسر واحد نظیر نے چند اشعار میں تبریکات پیش کرتے ہوئے "قطعۂ تاریخ انطباع" رقم فرمایا ہے۔ ذیل میں دو شعر ملاحظہ فرمائیے۔

کون کتنا پیتا ہے، ہیں یہ ظرف کی باتیں
مے کدہ ہے، ساقی ہے، جام ہے، صراحی ہے
علم اور فراست کا کیوں نہ ہو یہ گنجینہ
کنزِ آگہی ہے جو عرض داشت اس کی ہے

پروفیسر واحد نظیر سے ۲۷/ ستمبر ۲۰۱۹ء کو کچھوچھہ مقدسہ کے ایک سیمینار میں شرفِ ملاقات حاصل ہوا۔ "تارکِ سلطنت سید مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی حیات و خدمات" پر ہونے والے سیمینار میں ہم دونوں ہی مدعو تھے، راقم ان سے بے حد متاثر ہوا۔

حضرت مولانا رہبر مصباحی نے بڑے سلیقے سے "عرض داشت" کو مرتب فرمایا ہے۔ ہر باب کے تحت ایک سے زائد عرض داشتیں ہیں، مثال کے طور پر پہلا باب ہے **"انسانی زندگی-کوئی پرسانِ حال نہیں"** اس کے تحت تین عرض داشتیں ہیں:

(۱)-عمر قید، سزائے موت اور اس سے آگے....
(۲)-ہم جو تاریک راہوں میں مارے گئے۔
(۳)-دو گز زمین بھی نہ ملی کوئے یار میں۔

اسی طرح دیگر اصناف کے تحت بھی کئی کئی عرض داشتیں ہیں۔ پروفیسر صفدر امام قادری ایک جلیل القدر قلم کار اور نام ور ناقد ہیں، ان کی تحریروں اور عرض داشتوں میں بڑا رواں دواں اسلوب ہوتا ہے۔ ان میں فصاحت و بلاغت بھی پورے طور پر عیاں رہتی ہے۔ مفاہیم اور معلومات کے خزانے بھی بھرپور ہوتے ہیں، کتنے ہی مقام پر وہ نام ذکر کیے بغیر اپنی بات کہہ جاتے ہیں۔ اشارات و تلمیحات بھی قاری کو متاثر کرتے ہیں۔ باتوں باتوں میں ان کی نکات آفرینیاں بھی دماغوں کو فرحت و انبساط سے سرشار کرتی ہیں۔ خاص بات یہ ہے کہ ان کی فکروں کے دائرے وسیع ہیں، علم و دانش کی معرکہ آرائیاں ہوں یا تصوف و روحانیت کی جلوہ ریزیاں۔ ایوانِ سیاست سے لے کر کھیلوں کے میدانوں تک معلومات کے چھلکتے جام ہیں۔ ان میں اقوامِ عالم کے مسائل بھی ہیں اور اردو تعلیم پر غور و فکر بھی۔ سیاست و اقتدار کی ذمہ داریاں بھی ہیں اور خاکی سیاست کی مورچہ بندیاں بھی۔ اس میں بے خبر سیاست بھی ہے اور مفاد پرستوں کا قبضہ بھی ہے، اس میں کھوئے ہوؤں کی یادیں بھی ہیں اور اہلِ ایمان کا تذبذب بھی ہے۔ عرض داشت کے اس گنجینے میں فکر و فن، علم و آگہی اور دلچسپی کے بہت سے سامان ہیں۔

ہم چند مثالیں نوٹ کرتے ہیں، عنوان ہے **"پورٹ بلیئر یعنی کالا پانی: اردو آبادی اِدھر بھی متوجہ ہو"** یہاں پر عظیم مجاہدِ آزادی، اپنے عہد کا امام الحکما، عربی، فارسی کے عظیم شاعر اور نثر نگار، تحریکِ وہابیت کے سب سے بڑے ناقد کا مزارِ اقدس ہے۔ حضرت علامہ فضلِ حق خیر آبادی چشتی علیہ الرحمہ کے عرس میں ہمیں مدعو کیا گیا تھا۔ پورٹ بلیئر کے ایئرپورٹ سے حضرت مولانا عبد الرحیم ثمر مصباحی دام ظلہ العالی اور ان کے دیگر احباب ہمیں سیدھے آپ کے مزار اقدس پر لے کر گئے تھے۔ وہاں فاتحہ پڑھی، اس کے قریب میں مجاہدِ آزادی حضرت مولانا لیاقت علی الہ آبادی کے مزار پر بھی حاضری دی اور فاتحہ پڑھی۔ مزار شریف سے پہلے ہم نے ایک مندر کی مختصر سی عمارت بھی دیکھی تھی، ہوٹل میں قیام تھا، عرس کے اجلاس میں الگ الگ مردوں اور عورتوں نے بھی شرکت فرمائی تھی، حدِ نظر ٹھاٹھیں مارتا ہوا مجمع تھا۔ حضرات منتظمین کا فرمانا تھا، یہ عرس ہم متعدد برسوں سے کر رہے ہیں مگر اتنا کامیاب عرس پہلی بار ہوا ہے۔

پروفیسر صفدر امام قادری فرماتے ہیں:

"غدر کے دوران پہلی بار دو سو قیدیوں کی ٹولی انڈمان کے لیے روانہ کی گئی۔ ان میں وہابی تحریک کے صف اول کے افراد بشمول احمد

اللہ اور مشہور عالم دین، غالب کے ہم عصر اور دوست علامہ فضل حق خیر آبادی بھی تھے۔ جو تھم جزیرہ اور وائپر جیل ان کے مقدر کا حصہ بنے۔ غیر آباد جزیرے کے جنگلات کی صفائی کی مشقت ان علمائے کرام اور مجاہدین آزادی کو کرنی ہوتی تھی۔ رات میں ان غیر آباد علاقوں میں بھی زنجیروں میں قید کر کے انھیں رکھا جاتا تھا۔ سزا کے نظام میں مزید باضابطگی لانے اور مجاہدین آزادی کو نئے نئے امتحانات سے گزارنے کے لیے باضابطہ ایک بڑی جیل بنانے کا تصور قائم ہوا جس کی تعمیر ۱۹۰۶ء میں مکمل ہوئی۔ ساڑھے تیرہ فٹ لمبے اور سات فٹ چوڑے کمرے تیار کیے گئے اور ایک ساتھ سات سو سے زیادہ قیدیوں کے رکھنے کا انتظام کیا گیا۔ پھانسی گھر بھی متصل بنایا گیا تاکہ انگریز جسے چاہیں اسے ٹھکانے لگا سکیں جیل کی عمارت اور انداز تعمیر سے آسانی سے ہی نہیں سمجھا جاسکتا ہے کہ یہ عالیشان سہ منزلہ عمارت اور سات رخوں میں جس کے کمروں کی روشیں مکمل ہورہی ہوں، وہ ہندستانیوں کو سزا دینے کے لیے تیار کی جارہی ہیں۔ یہ سمندر کے بالکل قلب میں واقع ہے اور کہنا چاہیے کہ پر فضا مقام پر جیل تعمیر ہوئی تھی۔[ص:۱۸۴-۱۸۵]

ان تمام مقامات کو ہم نے دیکھا تھا، محترم مصنف نے ان تمام ..... کو بڑی خوب صورتی سے بیان فرمایا ہے، مگر ایک سوال ہے کہ علامہ فضلِ حق خیر آبادی وہابی تحریک کے فرد نہیں بلکہ آپ نے دہلی کی جامع مسجد میں وہابیوں سے مناظرہ فرمایا تھا۔ شاہ اسماعیل دہلوی کی تردید میں مستقل ایک کتاب ''تحقیق الفتویٰ فی ابطال الطغویٰ'' تحریر فرمائی تھی۔ حضرت شاہ احمد اللہ مدراسی بھی جاں باز اہلِ سنت و جماعت تھے، صوفی اور حنفی تھے، انگریز گورنر جنرل نے انھیں گرفتار کرنے کے لیے پچاس ہزار روپے کا انعام رکھا تھا، وہ وہابی تحریک کے شدید مخالف تھے۔

پروفیسر صفدر علی قادری فرماتے ہیں:

''فضلِ حق خیر آبادی کا مزار سمندر کے کنارے آج بھی عقیدت مندوں کے لیے زیارت کا باعث ہے، اس پورے علاقے کو ''مزار شریف'' کے نام سے جانا جاتا ہے۔ مزار کے انتظامات وقف بورڈ کے ذمہ ہیں، لیکن ملک کی فرقہ وارانہ صورت کا اثر یہاں بھی دیکھا جاسکتا ہے۔'' مزید ان کی گفتگو کا حاصل یہ ہے کہ علامہ کا مزار چوں کہ پشت پر ہے، اس لیے مندر اور اس سے متعلق عمارتوں سے ڈھکنے کی کوشش کی جائے گی، وہاں موجود زمینوں پر مندر والوں نے قبضہ حاصل کر لیا ہے۔ آپ مزید بیان فرماتے ہیں:

''پورٹ بلیئر صرف ہرے پانیوں کے سمندر سے گھرا ایک شہر ہی نہیں، جنگ آزادی کے صبر آزما دور کی ایک ایک سانس اور دھڑکن، ہمارے اسلاف کی ہمتِ مردانہ کا جیتا جاگتا ثبوت بھی ہے۔'' (ص:۱۹۶)

آپ نے اس میں اردو اور دیگر زبانوں، مساجد اور درس گاہوں کا ذکر کیا ہے اور فرمایا ہے کہ ہندوستان کے قومی ادارے انڈمان بالخصوص پورٹ بلیئر کو اپنی ادبی اور علمی سرگرمیوں سے جوڑ کر چل سکتے ہیں۔ قومی اردو کونسل، ساہتیہ اکیڈمی، جامعہ ملیہ اسلامیہ، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی اور مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی اگر ارادہ کر لیں تو اپنی علمی سرگرمیوں میں انڈمان کو شامل کر سکتی ہیں۔ کیرل اور اس کے قرب و جوار کے شافعی حضرات کی تعداد کثیر ہے، شیخ ابو بکر مسلیار جو عالمی شہرت یافتہ شخصیت ہیں انھوں نے بھی علامہ فضلِ حق خیر آبادی کے نام سے اچھا کام شروع کیا ہے

**''پرانے انقلابیوں، مصوروں اور شاعروں کا شہر پیرس''** کے عنوان سے جو عرض داشت ہے وہ پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ آپ اس میں فرماتے ہیں:

''اٹھارہویں صدی سے ایسا سلسلہ چل پڑا تھا کہ دنیا میں نئے تصورات کی تجربہ گاہ اگر کوئی ہے تو وہ پیرس ہے۔ امریکہ ہو یا جرمنی، برطانیہ ہو یا ڈنمارک، جہاں جہاں زندگی اور کائنات کے سلسلے سے کوئی نئی اور قابلِ توجہ بات کہنے والا سامنے آیا اور اگر اسے اپنے ملک کی حکومت یا لوگوں نے پسند نہیں کیا تو اس کے لیے پیرس ایک ایسا شہر ہوتا تھا جہاں وہ آکر اپنی بات یا اپنے کام کو عوام کے سامنے پیش کر سکتا تھا۔ اسی لیے رفتہ رفتہ فلسفیوں، شاعروں، ادیبوں اور مصوروں کی سب سے پسندیدہ جگہ کے طور پر پیرس کی پہچان ہونے لگی۔''
(ص:۱۹۸)

آپ کی گفتگو کا حاصل یہ ہے کہ پیرس کی تاریخ میں جائیے تو فن کاروں اور دانش وروں کے اڈے تھے اب تو یہاں بھیڑ کی شکل میں دائمی پہچان ہے، ہر چند اب بنیادی افتادِ مے نوشانہ ہے مگر شرافت، تہذیب اور سلیقے میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی۔ ہمارے ہندوستانیوں کی اوباش شراب نوشی کا یہاں شائبہ تک نہیں، یہاں موسم سازگار ہونے کی وجہ سے اے سی وغیرہ کا کوئی اہتمام نہیں ہے، ہر عمارت

صاف ستھری اور دیکھنے والوں کی مکمل سہولت کا اہتمام رہتا ہے، بقول مصنف: ”پیرس اگرچہ دنیا کے بڑے شہروں میں سے ہے، مگر اس کی آبادی اب بھی ۲۵؍ لاکھ کے آس پاس ہے اور ”آرک آف ٹریمف“ یا ”ایفل ٹاور“ پر چڑھ کر تقریباً پوری آبادی نظر آجاتی ہے۔ آپ نے یہ بھی واضح کیا ہے کہ پیرس کے افراد اپنی فرانسیسی زبان سے حد درجہ محبت کرتے ہیں۔ ہر جگہ اس زبان کا استعمال کرتے ہیں، لکھنے سے لے کر بولنے تک، مساوات، آزادی اور اخوت وقیادت میں فرانسیسیوں کو نمایاں مقام حاصل ہے۔ آپ نے یہ بھی بیان کیا کہ ٹریفک نظام بھی مکمل طور پر اپنے میزان پر ہے۔ آپ نے لکھا ہے: جب تک آخری پیدل انسان سڑک پار نہیں کرلیتا ہے، کوئی بھی شخص گاڑی چلاتے ہوئے آگے نہیں بڑھ سکتا“۔ فرانسیسی انگریزی کم ہی جانتے ہیں اور جانتے بھی ہیں تو بولنا پسند نہیں کرتے۔ پیرس کو سیلانیوں کا شہر کہا جاسکتا ہے۔ ہر روز لاکھوں کی تعداد میں سیکڑوں ملکوں کے افراد گھومنے آتے ہیں، مگر حضرت امیر خسرو فرما چکے ہیں: ”زبانِ یارِ من ترکی و من ترکی نمی دانم“۔

نت نئے موضوعات پر گراں قدر تحریریں ہیں، اس مختصر تبصرے میں سب کا احاطہ کرنا انتہائی مشکل ہے، اسی کے ساتھ یہ بھی ایک سچائی ہے کہ بعض تاریخی اور مذہبی چیزوں سے ہمارا اختلاف ہے۔ یہ نظریاتی اختلافات زندہ قوموں کی علامت ہوتی ہے۔ ہم بروقت اس پر خامہ فرسائی کرنا غیر مناسب سمجھتے ہیں۔ ہر چیز کا ایک موقع ہوتا ہے، نہ ہمارے پاس اتنا وقت اور نہ تبصرے میں اتنی گنجائش ہوتی ہے۔ ہم مبارک باد پیش کرتے ہیں محترم رہبر مصباحی کو کہ انھوں نے اپنے مقدمے میں فکر وقلم کا بھرپور استعمال فرمایا ہے۔ انھوں نے جو کچھ بیان فرمایا ہے سب سچ اور حق ہے۔ رہبر مصباحی نے تمام قابلِ توجہ امور کا احاطہ نہیں کیا ہے، اگرچہ چند مقامات قابلِ گرفت ہیں، مولانا رہبر مصباحی نے جو تنقیدات نوٹ فرمائی ہیں ان میں سے ایک یہ ہے: ”مذکورہ اقتباس میں ایک پیراگراف ہے“ سزا کا ایک اور طریقہ یہ بھی رہا ہے کہ مجرم نے اگر سو کوڑے کا گناہ کیا اور آدھی سزا کے دوران ہی اس کی موت ہوجائے تو باقی کوڑے اس کی قبر پر مار کر سزا کی گنتی مکمل کی جائے۔“ (مقدمہ، ص:۵۷)

مقدمہ نگار لکھتے ہیں: ” اس واقعہ کو امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے منسوب کیا جاتا ہے۔“ مقدمہ نگار نے اس واقعہ کو مکمل حوالوں کی روشنی میں غلط ثابت کیا ہے۔

آپ تحریر فرماتے ہیں: حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، انھوں نے فرمایا کہ میرے بھائی عبدالرحمٰن بن عمر اور ان کے ساتھ ابو سرّوعہ عقبہ بن حارث نے جس وقت وہ دونوں حضرت عمر کے دورِ خلافت میں مصر میں مقیم تھے، شراب پی لی اور ان دونوں کو نشہ چھا گیا، جب صبح ہوئی تو عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ جو اس وقت مصر کے گورنر تھے، کے پاس گئے اور عرض کیا کہ ہمیں پاک کردیجیے کیوں کہ ہم نے شراب نوشی کرلی جس سے نشہ ہوگیا۔ حضرت عبداللہ بن عمر نے فرمایا کہ میرے بھائی نے مجھے بتایا کہ ان سے شراب نوشی کا گناہ سرزد ہوگیا ہے تو میں نے کہا کہ گھر چلیے آپ کو پاک کردوں جب کہ مجھے معلوم نہیں تھا کہ وہ دونوں حضرت عمرو بن العاص کے پاس گئے تھے تو میرے بھائی نے مجھے بتایا کہ انھوں نے گورنر کو اس کی خبر دے دی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر نے کہا کہ لوگوں کے سامنے بر سر عام سر نہ مونڈیں، گھر چلیے آپ کو پاک کردوں، ان دونوں حد کے ساتھ سر بھی مونڈتے تھے تو وہ ان کے گھر گئے، حضرت عبداللہ بن عمر نے فرمایا کہ میں نے اپنے ہاتھوں سے ان کا سر مونڈا اور حضرت عمرو بن العاص نے انھیں کوڑے لگائے، حضرت عمر تک یہ بات پہنچی تو انھوں نے حضرت عمرو بن العاص کو لکھا کہ عبد الرحمٰن کو میرے پاس بھیج دیجیے تو انھوں نے بھیج دیا۔ جب وہ حضرت عمر کے پاس پہنچے تو انھوں نے ان کو کوڑے لگائے اور ان کے مقام ومرتبہ کی وجہ سے ڈانٹ پھٹکار لگائی اور انھیں چھوڑ دیا، پھر وہ ایک مہینہ صحیح رہے اور اس کے بعد ان کا وقت اجل آگیا اور ان کا انتقال ہوگیا۔ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ حضرت عمر کے کوڑے لگائے جانے کی وجہ سے ان کا انتقال ہوا حالاں کہ درست یہ ہے کہ ان کا انتقال کوڑے لگانے کی وجہ سے نہیں ہوا۔“ (ص:۵۹، بحوالہ مصنف عبدالرزاق جلد نمبر ۹، ص:۲۳۲، مطبع المجلس العلمی)

مجموعی طور پر عرض داشت صفدر امام قادری کے کالموں کا خوب صورت انتخاب ہے، لب ولہجہ شستہ، معلومات کا خزانہ اور نت نئے موضوعات کا حسین گلدستہ ہے۔ موضوعات کے تنوع نے قاری کے ذہن کو دنیا کے کثیر مسائل سے مالا مال کردیا، وہ جس عنوان پر بھی لکھتے ہیں، مختلف جہتوں سے بڑی حد تک حق ادا فرماتے ہیں، اخبارات کے کالم تحقیقات محور تو نہیں ہوتے، مگر قلم کار اپنے وسیع مطالعے اور وافر تجربات ومشاہدات کی روشنی میں لکھتا ہے تو بڑی حد تک بھرپائی کردیتا ہے۔ ترتیب واشاعت بھی متاثر کن ہے، امید ہی نہیں یقین ہے کہ اس کی مقبولیت ہوگی، یہ ہر خاص وعام کے لیے مفید، قابلِ مطالعہ اور معلومات افزا ہے۔☆☆

# نعتیں

## یہ جان بھی پیارے جلا جانا

لَم یَاتِ نَظِیْرُکَ فِیْ نَظَرٍ، مثلِ تو نہ شُد پیدا جانا
جگ راج کو تاج تورے سرسو ہے تجھ کو شہ دوسَرا جانا

اَلْبَحْر عَلَا وَالْمَوْجُ طَغٰی مَن بیکس وطوفاں ہوشرُبا
منجدھار میں ہوں بگڑی ہے ہوا موری نیّا پار لگا جانا

یَاشَمْس نَظَرْتِ اِلٰی لَیْلِیْ چو بطیبہ رسی عرضے بکنی
توری جوت کی جھل جھل جگ میں رَچی مری شب نے نہ دن ہونا جانا

لَکَ بَدْرٌ فِی الْوَجْہِ الْاَجْمَلْ خط ہالۂ مہ زُلف ابرِ اجل
تورے چندن چندر پرو کنڈل رحمت کی بھرن برسا جانا

اَنَا فِیْ عَطَشٍ وَّسَخَاکَا اَتَمْ اے گیسوئے پاک اے ابرِ کرم
برسن ہارے رم جھم رم جھم دو بوند اِدھر بھی گرا جانا

یَاقَافِلَتِی زِیْدِیْ اَجَلَکْ رحمے برحسرتِ تِشنہ لبَک
مورا جِیَرا لرجے دَرَک دَرَک طیبہ سے ابھی نہ سنا جانا

وَاھًا لِسُوَیْعَاتٍ ذَھَبَتْ آں عَہدِ حُضُورِ بارگہت
جب یاد آوَت موہے کر نہ پرت دردا وہ مدینہ کا جانا

اَلْقَلْبُ شَج وَّالْھَمُّ شُجُوْن دِل زارچُناں جاں زیرِ چُنُوں
پت اپنی بپت میں کاسے کہوں مرا کون ہے تیرے سوا جانا

اَلرُّوْحُ فِدَاکَ فَزِدْ حَرْقًا یک شُعلہ دِگر برزَن عِشقا
مورا تن من دھن سب پھونک دیا یہ جان بھی پیارے جلا جانا

بس خامۂ خام نوائے رضاؔ نہ یہ طرز مری نہ یہ رنگ مِرا
اِرشادِ اَحِبّا ناطِق تھا ناچار اِس راہ پڑا جانا

----------

**اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی**

## مل گیا

عاصیوں کو دَر تمھارا مل گیا
بے ٹھکانوں کو ٹھکانا مل گیا

فضلِ رب سے پھر کمی کس بات کی
مل گیا سب کچھ جو طیبہ مل گیا

کشفِ رازِ مَنْ راٰنِی یوں ہوا
تم ملے تو حق تعالیٰ مل گیا

بے خودی ہے باعثِ کشفِ حجاب
مل گیا ملنے کا رستہ مل گیا

اُن کے دَر نے سب سے مستغنی کیا
بے طلب بے خواہش اِتنا مل گیا

ناخدائی کے لیے آئے حضور
ڈوبتو نکلو، سہارا مل گیا

دونوں عالم سے مجھے کیوں کھو دیا
نفسِ خود مطلب تجھے کیا مل گیا

خلد کیسا، کیا چمن، کس کا وطن؟
مجھ کو صحرائے مدینہ مل گیا

آنکھیں پُرنم ہو گئیں سر جھک گیا
جب ترا نقشِ کفِ پا مل گیا

ہے محبت کس قدر نامِ خدا
نامِ حق سے نامِ والا مل گیا

اُن کے طالب نے جو چاہا پا لیا
اُن کے سائل نے جو مانگا مل گیا

تیرے دَر کے ٹکڑے ہیں اور میں غریب
مجھ کو روزی کا ٹھکانا مل گیا

اے حسنؔ فردوس میں جائیں جناب
ہم کو صحرائے مدینہ مل گیا

**علامہ حسن رضا حسن بریلوی**

## مسلمان مایوسوں سے نکل کر
## امید و یقیں کے ساتھ اسلامی زندگی گزاریں

مکرمی............سلام مسنون

اسلام نے مسلمانوں کو شریعت کی راہ چلنے کی تلقین کی۔ بلاشبہ کامیابی، سربلندی، فتح ،بھلائی، شوکت، نجات، دُنیا کی فتوحات، آخرت کی کامرانیاں شریعتِ مصطفی ﷺ پر ثابت قدمی میں مستور ہیں۔یقینِ کامل اور ایمانِ راسخ ضروری ہے تاکہ انعاماتِ خسروانہ کا حصول ہو سکے۔

ایسے عظیم دین کی رسی مضبوطی سے تھامنے نے ہمارے اسلاف کو کامیابی کی عظیم منزل پر فائز رکھا۔ ان کی تگ و دو سے مشرقین و مغربین میں اسلامی شوکت کے علَم لہراتے تھے۔ہماری فتوحات کے جھنڈے کئی براعظموں کی بلند چوٹیوں پر نصب تھے؛لیکن جب سے ہم نے فرسودہ تہذیبوں، باطل مذہبوں، مغربی تمدنوں کی اسیری اختیار کی تباہی و بربادی کے دہانے پر جا پہنچے۔ہم نے قرآن مقدس جیسی عظیم کتاب کی ہدایات پر عمل نہیں کیا۔ قرآن پاک کو دستور العمل بنا لیتے تو آج کا عہدِ غلامی دیکھنے کو نہیں ملتا۔ آج ہم قتل کیے جا رہے ہیں۔ تباہ کیے جا رہے ہیں۔ جیلوں میں ٹھوسے جا رہے ہیں۔ برباد کیے جا رہے ہیں۔نسل کشی کے شکار بنائے جا رہے ہیں۔ مقدمات میں پھنسائے جا رہے ہیں۔ ہماری شریعت پر عمل سے ہمیں ہی روکا جا رہا ہے۔ خدائی قانون کے مقابل فرسودہ قانون بنائے جا رہے ہیں۔ جن کی جبینیں پتھروں کے آگے جھکی ہوئی ہیں وہ ہمیں معبودِ حقیقی کے قوانین سے دور کرنا چاہتے ہیں۔ جنھیں شعورِ توحید نہیں وہ ہمیں قانونِ خام کا درس دے رہے ہیں۔ قوانینِ الٰہی کی بالادستی ہے؛جس پر عمل سے ہمیں ہی روکنے کی سازشیں تیار کر لی گئی ہیں۔ ان حالات میں ہمیں چاہیے کہ مایوسی سے قوم کو باہر نکالیں۔ عزم و یقیں کے چراغ فصیلِ ایمان پر روشن کریں۔

مژدۂ جاں فزا سنایا جا رہا ہے۔ ایمان کے دل سے سُنیں قرآن نے کیسی بشارت سُنائی۔ کیسی عظیم قوت و شوکت دے دی لیکن اس کے ساتھ ہی شرط رکھ دی کہ ایمان پر استقامت اختیار کی جائے، بندۂ مومن بنا جائے:

وَاَنۡتُمُ الۡاَعۡلَوۡنَ اِنۡ کُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ ۝

تمھیں غالب آؤ گے اگر ایمان رکھتے ہو۔

(آل عمران:۱۳۹؛کنزالایمان)

### درسِ عمل:

[۱] اپنے ایمان کو پختہ کریں تاکہ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک پر ایسا یقین حاصل ہو جائے کہ کفر کی تمام تر سازشیں ہم پر خوف و ہراس طاری نہ کر سکیں۔

[۲] مایوسی کو ہرگز جگہ نہ دیں اور فرامین الٰہی و ارشاداتِ رسالت پناہی ﷺ پر یقین کامل پیدا کریں۔

[۳] ہر صورت میں شریعت کے فیصلوں کو حرفِ آخر سمجھیں۔ ایسی سوچ پیدا ہو گئی تو لادینی کورٹوں کے جنجال سے بھی ہم نجات پا لیں گے۔ پھر کوئی بھی خلافِ شریعت قانون لایعنی اور فضول ہو کر رہ جائے گا۔ ہزار قوانین بنا کریں ہم قرآنی قوانین کی اتباع کریں گے تو کسی بھی قانون کے بننے سے ہمیں کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔

[۴] اپنے شرعی معاملات میں دین کے فیصلوں کو تسلیم کریں۔

[۵] علماے کرام کی اطاعت و پیروی کریں۔

[۶] قرآنی احکام کے مطابق معاملات کا تصفیہ کروائیں۔

[۷] ہر فیلڈ میں دین کے حکم کو مانیں، تسلیم کریں۔

### بیدار ہوں:

ہمیں چاہیے کہ بیدار ہو جائیں۔ سازشوں سے باخبر ہو کر آنکھیں کھولیں۔ اپنے دین کی طرف رجوع کریں۔ تمام مردہ تمدن و مغربی تہذیب سے منھ موڑیں تاکہ دامن مصطفی ﷺ ملے۔ غلامی کی زنجیروں میں جکڑنے والے باطل ہاتھ کم زور ہو جائیں۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے قرآنی حکم کی روشنی میں جو دعا فرمائی اسے پڑھیں اور دل و دماغ میں بسا لیں:

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوۡمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوۡا مَا بِاَنۡفُسِہِمۡ.

[القرآن الکریم؛الرعد:۱۱]

”بے شک اللہ کسی قوم کو گردش میں نہیں ڈالتا جب تک وہ اپنی حالت خود نہ بدل ڈالیں“

اللہ اکرم الاکرمین اپنے حبیب کریم ﷺ کے طفیل سے ہماری اور ہمارے اسلامی بھائیوں کی آنکھیں کھولے۔ اصلاح قلوب و احوال فرمائے خطائوں سے درگزر کرے۔ غیب سے اپنی مدد اتارے۔ اسلام و مسلمین کو غلبۂ قاہرہ دے۔“

[تدبیر فلاح ونجات واصلاح، ص۹]

آمین بجاہ سیدالمرسلین علیہ التحیۃ والتسلیم.

غلام مصطفی رضوی [نوری مشن مالیگاؤں]

# مدارسِ اسلامیہ

## چند غور طلب پہلو

مکرمی........السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

**اسلامی مدارس** دینی علوم اور اسلامی تہذیب وثقافت کے فروغ کے واحد مراکز ہیں جہاں سے علوم اسلامیہ کے ساتھ ساتھ مذہب کی نشر واشاعت کا کام پورے خلوص کے ساتھ کیا جارہاہے، روز اول سے ہی مدارس کے قیام کے مقاصد بالکل واضح ہیں یعنی علما و دعاۃ اور مبلغین کی ایسی جماعت تیار کرنا جو نہ صرف معاشرے کو اسلامی مزاج میں ڈھالنے کا کام کرے بلکہ دشمنان اسلام کی جانب سے ہونے والے حملوں کا بھی منہ توڑ جواب دے۔ ظاہر سی بات ہے کہ اس کے لیے مدارس کے تعلیمی نظام کا ہر جہت سے پختہ اور مضبوط ہونا ازحد ضروری ہے میں چندان باتوں کی طرف اہل مدارس کی توجہ مبذول کرانا چاہوں گا جن کے سبب مدارس کی تعلیم پر منفی اثرات مرتب ہورہے ہیں اور دن بدن تعلیمی معیار افسوس ناک حد تک گھٹتا جارہا ہے۔

### ملٹی میڈیا موبائل کا بڑھتا استعمال:

مدارس اسلامیہ میں ملٹی میڈیا موبائل کا استعمال جس تیزی کے ساتھ بڑھ رہاہے اسی تیزی کے ساتھ سے تعلیمی گراف نیچے آرہاہے جب کہ موبائل کے ذریعہ مدارس کی مقدس فضا میں اخلاقی خرابیوں کی دراندازی کو بھی نظرانداز نہیں کیا جاسکتا ہے۔ مدارس اسلامیہ کے وہ طلبہ جن پر سالانہ کروڑوں روپیہ قوم کے مخلصانہ عطیات کا خرچ کر دیا جاتا ہے تاکہ وہ زیور علم وعمل سے مزین ہوکر قوم وملت کی رہنمائی کے لیے خود کو تیار کرسکیں افسوس وہ طلبہ شعوری یا غیر شعوری طور پر موبائل میں اپنا قیمتی وقت برباد کرنے میں لگے ہوئے ہیں، جن طلبہ کے لیل و نہار کتابوں کی ورق گردانی میں گزرنے چاہیے ان کا اکثر وقت موبائل کی اسکرین کے سامنے گزر رہاہے، اس سے نہ صرف ان کا مستقبل تو خراب ہو ہی رہاہے ساتھ ہی ساتھ قوم میں اچھے اور باصلاحیت علما کی کمی بڑھتی جارہی ہے، میں اس ماہنامہ کے توسط سے گزارش کرنا چاہوں گا کہ تمام مدارس کے ذمہ داران اس طرف خصوصی توجہ فرمائیں، موبائل کے استعمال پر سختی سے پابندی عائد کریں ورنہ یہ وبا ہمارے طلبہ کے مستقل کو برباد کرکے رکھ دے گی۔

### عید قربان کے موقعہ پر ہونے والی تعطیل :

ہندوستان کے اکثر بڑے مدارس میں عید قرباں کے موقعہ پر ہفتہ دس دن کی چھٹیاں کردی جاتی ہیں، اس کے پیچھے کچھ وجوہات اور حکمتیں ہوسکتی ہیں تاہم تعلیمی نقطہ نظر سے عید قرباں کی یہ تعطیل تعلیمی ماحول پر بہت حد تک اثر انداز ہوتی ہے، آپ ہماری باتوں سے اختلاف کرسکتے ہیں لیکن اگر آپ غور کریں تو شوال کا پورا مہینہ نئے داخلوں کی کارروائی اور طلبہ کے نظم ونسق بنانے میں ہی گزر جاتا ہے، شوال کے بعد ذی القعدہ کا مہینہ آتا ہے جس میں تقریباً تمام مدارس میں تعلیم اپنے شباب پر ہوتی ہے مگر اس سے پہلے کہ تعلیم کا یہ شباب کچھ بہتر نتائج دے سکے اگلے مہینے عید قرباں کی تعطیل کا ماحول پیدا ہو جاتا ہے، یعنی ابھی تعلیم کا ماحول بنا ہی تھا کہ چھٹی کے ایام نے آکر دستک دے دی، اب ہفتہ یا دس دن کی تعطیل کے بعد پھر کئی دن تعلیم کا ماحول بنانے اور طلبہ کی بکھری ہوئی توجہ کو تعلیم کی طرف مرکوز کرنے میں لگ جاتے ہیں، لہٰذا ہم اپنے مدارس کے ذمہ داران سے درخواست کرتے ہیں کہ عید قرباں کے موقعہ پر ہونے والی تعطیل پر نظر ثانی فرمائیں۔

### بورڈ کے امتحانات:

گزشتہ کچھ سالوں سے یہ دیکھا جارہاہے کہ مدرسہ بورڈ لکھنؤ کے امتحان اس وقت منعقد ہورہے ہیں جب کہ مدارس میں تعلیمی ماحول اپنے شباب پر ہوتا ہے، جس سے ہمارے مدارس کا تعلیمی نظام بری طرح درہم برہم ہوجاتا ہے، اگر ہم ان امتحان کا جائزہ لیں تو پتہ چلے گا کہ یہ امتحان

پہلے تو تعلیمی ایام کے علاوہ یعنی شعبان میں منعقد ہوتے تھے اور محض تین چار دنوں کی قلیل مدت میں ختم ہو جاتے تھے، لیکن وہی امتحان اب ایک ماہ کی طویل مدت میں پورے ہوتے ہیں، اور اس پر مستزاد یہ کہ اہم تعلیمی ایام میں ہی منعقد کرائے جا رہے ہیں، نتیجہ کے طور پر مدارس کی بنیادی تعلیم پر اس کے منفی اثرات پڑ رہے ہیں، لہذا ہم اپنے اکابر سے گزارش کرتے ہیں کہ مدرسہ بورڈ کے ذمہ داران سے بات کریں اور بورڈ کے امتحانات کے سلسلہ میں اپنے وقت کی تجاویز پیش کریں کہ امتحان کی وجہ سے دینی تعلیم کو کوئی نقصان نہ پہنچے۔

ایک طالب علم ہونے کی حیثیت سے میں نے جو محسوس کیا اسے سپرد قرطاس کر دیا، اہل علم سے اصلاح کی درخواست ہے۔

از: عرفان قادری، جامعہ صمدیہ، پھپھوند شریف

## "ہماری قوم اور دور جدید کے تقاضے"

مکرمی........ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عصر حاضر کے تقاضوں میں سے ایک اہم تقاضہ امتِ مسلمہ کے اتحاد و اتفاق کا ہے۔ لیکن آج کا مسلمان اس سبق کو بھول چکا ہے، امت مسلمہ بکھری پڑی ہے، اقوام عالم اس پر ٹوٹ پڑی ہیں، ایک ایک کر کے مسلمانوں کو قتل کیا جا رہا ہے اور مسلمان حسرت ویاس کی تصویر بنے مظلوم و مجبور کھڑا ہے۔ شام، عراق، فلسطین، افغانستان، برما اور اب کشمیر کے حالات سب کے سامنے ہیں۔ کس طرح مسلمان بھائی کی مدد کی جائے یہ سبق ہم بھول چکے ہیں، مصلحت کو گلے لگا کر سب اپنی جگہ مطمئن بیٹھے ہیں۔ ایک زمانے میں محمد بن قاسم بہن کی آواز پر لبیک کہتا ہوا سندھ کے راجاؤں کے مظالم کے خلاف نبرد آزما ہو گیا تھا، آج کے محمد بن قاسم خود اپنے ہاتھوں اپنی ہی قوم کی بہنیں اغیار کے حوالے کر رہے ہیں!! جبکہ نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ "تمام مسلمان ایک جسم کے مانند ہیں اگر کسی کی آنکھ میں تکلیف ہوتی ہے تو سارا جسم بے قرار ہو جاتا ہے"، آج کیوں امت مسلمہ جسد واحد نہیں ہے، کیوں مسلمانوں کا خون اتنا ارزاں ہے؟ مسلمانوں کی نمائندہ تنظیم "او آئی سی" اور چالیس اسلامی ممالک کا اتحاد خواب خرگوش کے مزے لوٹ رہا ہے، آخر کب تلک کبوتر کی طرح آنکھیں بند کر کے امتِ مسلمہ کے رستے زخموں کا تماشہ کیا جاتا رہے گا؟ کب تک درد و دکھ کی شام مسلط رہے گی؟ ہم کب جاگیں گے؟ کب ہوش میں آئیں گے؟ کارواں لُٹ رہا ہے! کب بیدار ہوں گے؟

از: **محمد ہاشم اعظمی مصباحی**، نوادہ مبارکپور اعظم گڈھ یوپی

**(ص: ۶۵/ کا بقیہ)۔۔۔**

حضرت سید نیر میاں صاحب ردولی، حضرت سید خوشتر ربانی باندہ، حضرت مولانا عطیف میاں قادری بدایوں، حضرت معروف میاں، حضرت عجو میاں گنج مراد آباد، حضرت بلو میاں مین پوری، مولانا مسعود احمد مصباحی، مولانا نفیس احمد مصباحی مبارک پور، مولانا عالم رضا نوری قاضی شہر کان پور، مولانا ہاشم اشرفی کان پور، مولانا قاسم حبیبی کان پور، مولانا حسیب اختر شاہدی کان پور، مفتی ساجد رضا مصباحی کشی نگر، حافظ اسرار کان پور، مفتی راشد رضا بریلی شریف، مولانا کرامت علی فتح پور، مولانا کمال الدین اٹاوہ، مولانا شمس الحق امرودھا، مفتی اشفاق حسین کالپی شریف، مولانا احمد رضا مصباحی کالپی شریف، مفتی نثار احمد مصباحی اناؤ، مفتی شہاب الدین مصباحی باندہ، مولانا مسعود رحمانی، مفتی عارف مصباحی، مولانا قمر عالم بریلی مولانا غلام محبوب سبحانی ازہری، مولانا امیر الحسن چشتی مصباحی، مفتی دلشاد قادری بدایوں، مولانا شمشاد مصباحی ازہری، مولانا احکام مصباحی، مولانا عابد چشتی، مولانا رشید الدین مصباحی، مولانا رضاء الحق مصباحی، مولانا عبدالسبحان مصباحی، حاجی قاری عبدالحمید چشتی، قاری رحمت اللہ، مولانا خلیل اللہ مصباحی، وغیرہ خاص طور سے شریک ہوئے۔ **از: غلام جیلانی مصباحی**

خادم التدریس جامعہ صمدیہ پھپھوند شریف

## جناب محمد انصار احمد ابن عبدالغنی سردار کا انتقال

نہایت افسوس کے ساتھ یہ خبر دی جا رہی ہے کہ ۱۲/ اکتوبر ۲۰۱۹ء شب ایک بجے کے قریب جناب محمد انصار احمد ابن جناب عبد الغنی کا انتقال پر ملال ہو گیا۔ مرحوم الحاج محمد مظہر صاحب مبارکپوری کے حقیقی تایا زاد بھائی تھے اور حضرت مولانا ڈاکٹر فضل الرحمٰن شرؔر مصباحی رکن مجلسِ شوریٰ جامعہ اشرفیہ کے دامادِ محترم تھے، آپ محلہ کٹرہ، مبارک پور کے رہنے والے تھے۔ ماشاء اللہ نیک اور ملنسار تھے۔ مرحوم کی نماز جنازہ عزیز ملت حضرت علامہ شاہ عبد الحفیظ عزیزی سربراہِ اعلیٰ جامعہ اشرفیہ مبارک پور نے پڑھائی۔

رب تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ وہ اپنے حبیب ﷺ کے طفیل مغفرت فرمائے، اہلیہ محترمہ، اولاد، اعزہ اور متعلقین کو صبر و شکر کی توفیق عطا فرمائے، قارئین سے دعاے مغفرت کی درخواست ہے۔

از: محمد خاور کمال، محلہ کٹرہ، مبارکپور

سرگرمیاں

# خیروخبر

## محلہ پورہ خضر مبارکپور میں جلسۂ عید میلاد النبی ﷺ

جب دنیا میں جبر وظلم کفر وشرک اور باطل راستے پر گامزن یہودیت و نصرانیت عام تھی اور کوئی بھی اللہ تعالی اور صحیح طور پر کسی نبی اور رسول کو ماننے والا نہیں تھا تو اللہ تعالی نے اپنے آخری رسول مصطفی جان رحمت ﷺ کو بھیجا۔ ۱۲؍ربیع الاول شریف کی صبح صادق کے وقت یہ جلوہ گر ہونے والا اپنی انفرادی شان و شوکت کے ساتھ جلوہ بار ہوا دنیا کا ہر بچہ روتے ہوئے پیدا ہوتا ہے مگر اللہ تعالی کا یہ آخری رسول ﷺ مسکراتے ہوئے پیدا ہوئے انہوں نے مسکرا کر زمانے کو یہ پیغام مسرت دیا کہ اے مظلومو! اب خوشیاں مناؤ تمھارے ظلم کو ختم کرنے والا آ گیا، اے غلامو! اللہ تعالی کا شکر ادا کرو تمھارے ہاتھ پیروں سے غلامی کی زنجیریں توڑنے والا آ گیا اے باندیو! اب مسرت و شادمانی میں جھوم اٹھو کہ تمھاری غلامی کے بندھنوں کو توڑنے والا آ گیا، اے یتیمو! خوش ہو جاؤ کہ تمھارے سروں پر سرپرستی کا ہاتھ رکھنے والا آ گیا، اے بیواؤ! اب خوشیاں مناؤ تم سے نکاح کرنے والا اور تمھارے خلاف نفرت کی ہوا کو روکنے والا آ گیا۔

مذکورہ خیالات کا اظہار مفکر اسلام مولانا مبارک حسین مصباحی چیف ایڈیٹر ماہنامہ اشرفیہ نے محلہ پورہ خضر بنرہی باغ مبارک پور میں منعقدہ جلسہ عید میلاد النبی ﷺ سے خطاب کرتے ہوئے کیا۔ مولانا نے مزید کہا: کہ ہمارے آقا ﷺ کی سیرت مذہب اسلام کا عملی دستور ہے۔ آج دنیا کے جو احوال ہیں ان پر ہم سے زیادہ آج کے نوجوانوں کی نظر ہے۔ فلسطین، یمن، افغانستان، شام، کشمیر، میانمار میں جو کچھ ہو رہا ہے اسے آپ بخوبی جانتے ہیں اسی طرح اور بھی ملک و علاقے ہیں جہاں نہتے مسلمانوں پر ظلم و جبر ہو رہا ہے مگر اس کے ساتھ ہی اپنے عمل اور سیرت و کردار پر بھی غور کرنا چاہیے کہ ہمارے آقا حضور ﷺ اور صحابہ کرام کے کیا یہی طریقے تھے وہ کس طرح حق و انصاف اور عدل و صداقت کی زندگی گزارتے تھے وہ کس عشق و وارفتگی اور اخلاص وللّٰہیت سے اللہ تعالی اور اس کے رسول کریم ﷺ کے حقوق ادا کرتے تھے وہ اپنے خاندان اور دیگر متعلقین کے حقوق ادا فرماتے تھے مگر آج ہم اپنے فرائض کی ادائیگی ترک کر رہے ہیں اور اپنے متعلقین اور متعلقات کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی کر رہے ہیں تو آج ہمارے ملک کو اور ہمارے سماج و معاشرے کو بھی یہ افسوس ناک دن دیکھنے پڑ رہے ہیں۔ ہمیں چاہیے کہ پنج وقتہ نمازیں پابندی سے پڑھیں، اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ہم پڑھتے ہیں مگر ہمیں غور کرنا چاہیے کہ ہم کتنے فیصد پڑھتے ہیں جمعہ میں تشریف لاتے ہیں مگر ان کو بھی آپ صد فیصد نہیں کہہ سکتے اگر ہم نمازوں کی پابندی کریں اور خاندان اور معاشرے کے حقوق ادا کریں بقول حضور حافظ ملت "اتفاق زندگی ہے اور اختلاف موت ہے" کو با قاعدہ سمجھیں تو ہمارے درمیان ترقیوں کی خوشبو محسوس ہوگی اور ہم پر جو ظلم و جبر ہو رہا ہے اس کا سلسلہ ضرور ختم ہوگا۔ ان کے علاوہ دیگر خطبا نے بھی اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ پروگرام کے انعقاد و انتظام و انصرام میں جناب محمد کلیم اور ان کے احباب نے خصوصی خدمت پیش کی۔ اختتام صلوۃ و سلام اور حضرت مولانا مصباحی کی ملک و ملت کے لیے خصوصی دعا پر ہوا۔ پروگرام کا آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا بعدہ حافظ جمال ہاشم حافظ نعیم اختر حافظ محمد انیس اور مولوی تمیم نے بارگاہ رسالت میں منظوم خراج عقیدت پیش کیا۔

اس موقع پر باشندگان محلہ سمیت کثیر تعداد میں دیگر معزز سامعین موجود تھے۔ [روزنامہ انقلاب بنارس، ۶؍نومبر ۲۰۱۹ء]

از: رحمت اللہ مصباحی

## راویر میں ذکرِ شہدائے کربلا و مفتی اعظم

راویر۔ ۲۸؍ستمبر۔ ۲۶؍ستمبر بعد نماز مغرب، عید گاہ میدان راویر ضلع جلگاؤں میں نوجوانان اہل سنت و جماعت رضائے مصطفیٰ شاخ، راویر کے زیر اہتمام ذکر شہدائے کربلا و مفتی اعظم کے اہم عنوان پر ایک عظیم الشان پروگرام کا انعقاد عمل میں آیا، جس میں خصوصی طور پر جانشین سرکار مسولی شریف حضور گلزار ملت حضرت سید گلزار اسماعیل واسطی قادری اسماعیلی، مسولی شریف کی تشریف آوری ہوئی۔ مقرر خصوصی کی حیثیت سے جاجمؤ، کانپور کی عظیم خانقاہ ارایہ شریف سے حضرت سید عبد القدیر میاں تشریف لائے۔ پروگرام کی نظامت کے فرائض حضرت مولانا غیاث الدین نے انجام دیے۔

اس کے علاوہ حضرت مولانا خورشید عالم نے بھی شہدائے کربلا اور مفتی اعظم کے عنوان پر مدلل اور جامع خطاب کیا۔ اخیر میں حضرت سید شاہ گلزار اسماعیل واسطی قادری اسماعیلی نے سامعین وحاضرین سے پُر مغز اور فکر انگیز خطاب فرمایا۔

پروگرام کا آغاز حضرت مولانا نظر اشرف صاحب کی تلاوت کلام پاک سے ہوا، جس کے بعد حضرت مولانا شکیل اور مولانا عبدالرحمٰن جامعی صاحبان نے بالترتیب بارگاہ خیرالانام میں نعت نبی اور شہدائے کربلا و مفتی اعظم ہند کی بارگاہ میں منظوم خراج عقیدت پیش کیے۔ اخیر میں صلوۃ وسلام پیش کیا گیا، اور پھر حضور گلزار ملت کی رقت انگیز دعا پر اس کامیاب پروگرام کا اختتام ہوا۔ اس موقع پر کثیر تعداد میں علاقۂ خاندیش کے علما، ائمہ، دانشوران اور عوام اہل سنت شریک تھے۔

از: محسن رضاضیائی

mohsinrazaziyai@gmail.com

## پونہ میں حضرت مخدوم اشرف سمنانی علیہ الرحمہ کا عرس

پونہ۔ ۲۹/ اکتوبر بروز اتوار بعد نماز مغرب تا عشاء جامع مسجد، کیمپ، پونہ میں حضرت مخدوم اشرف سمنانی علیہ الرحمہ کے عرس کی مناسبت سے ایک عظیم الشان اور کامیاب پروگرام کا انعقاد عمل میں آیا، جس کی قیادت حضرت مولانا ایوب اشرفی نے فرمائی۔

پروگرام کے مقرر خصوصی حضرت مولانا مفتی سید ضیاء الدین نقشبندی (شیخ الفقہ جامعہ نظامیہ) نے حضرت مخدوم اشرف سمنانی علیہ الرحمہ کی حیات و خدمات اور تعلیمات پر نہایت ہی جامع، پر مغز اور مدلل بیان فرمایا۔ اس حوالے سے آپ نے خطاب کیا اور اس کتاب کے ایک عمدہ اور اہم لطیفہ "فقر" پر مفصل و مدلل روشنی ڈالتے ہوئے بتایا کہ فقر کو اپنانے والا دنیاوی ساز وسامان اور وسائل وذرائع کسی بھی چیز کا مالک نہیں ہوتا ہے۔ فقر صوفی کے اندر ایک امتیازی وصف کی حیثیت رکھتا ہے۔ ایک صوفی و درویش میں یہ فقر تمام اعمال و احوال اور مقامات میں اس کی ذات سے سلبِ نسبت بن جاتا ہے اور پھر کسی چیز پر اس کا تملک باقی نہیں رہتا۔

خطیب موصوف نے مزید فرمایا کہ حضرت مخدوم اشرف سمنانی علیہ الرحمہ نے نہایت ہی سادہ، درویشانہ اور فقیرانہ زندگی گزاری اور خانقاہ میں بیٹھ کر لوگوں کے ظاہری و باطنی مسائل و معاملات کو حل کرتے رہے۔ اس کے علاوہ فقیروں، محتاجوں، یتیموں اور تمام لوگوں کے حقوق و فرائض کا یکسر طور پر خیال رکھا کرتے تھے۔ اگر کوئی تہی دامن آپ کی خدمتِ بابرکت میں چلا آتا تو وہ آپ کی بارگاہ کرم نوازی سے اپنے دامن کو گوہر مراد سے بھر کر واپس لوٹتا۔ یوپی کے معروف علاقہ کچھوچھہ شریف میں آپ کا مزار پُر انوار مرجع خلائق خاص وعام ہے۔

پروگرام کا آغاز حافظ شہباز امام جامع مسجد کی تلاوت کلام پاک سے ہوا، قاری شہباز (مدرس دارالعلوم قمر علی درویش) نے بارگاہِ مخدوم اشرف میں منظوم خراج عقیدت پیش کیا۔ اخیر میں صلوٰۃ و سلام ہوا۔ جلسے میں شہر پونا کے علما، ائمہ، اسکول اور کالیجز کے اساتذہ و طلبا بڑی تعداد میں موجود تھے۔ از: محسن رضاضیائی

mohsinrazaziyai@gmail.com

## این آر سی کے نام پر مسلمانوں کو خوف زدہ کرنا بند کیا جائے

پٹنہ: مرکزی ادارہ شرعیہ بہار کے مسلمانوں کا وہ مضبوط اور مسلم ادارہ ہے جو اسلاف کرام کا باوقار اثاثہ ہے۔ آج بھی ادارہ شرعیہ کا یہی نصب العین ہے۔ اس وقت ملک کی سالمیت کے سامنے جو چیلنجز ہیں، ادارہ ان کا بھی سامنا کر رہا ہے اور عوام الناس کے سامنے بے روزگاری، مفلوک الحالی، بارگرانی، وسائل کی کمی بالخصوص مسلم اقلیت کو طلاق ثلاثہ، جدید علمی پالیسی مخصوص نظریے کو مسلط کرنے اور این آر سی جیسے سلگتے مسائل پر بھی ادارہ شرعیہ لگاتار مثبت قومی اور ملکی مفاد میں کارگر قدم اٹھا رہا ہے۔ ۲۵/ اگست ۲۰۱۹ کو ادارہ شرعیہ نے صرف انہیں مقاصد کو بروئے کار لانے کے لئے لیگل سیل کی تشکیل کر کے جنگی پیمانے پر تیاری کا کام شروع کیا گیا۔ اور اسی پس منظر میں آج مورخہ ۲۹ ستمبر ۲۰۱۹ کو مرکزی ادارہ شرعیہ لیگل سیل کا نمائندہ اجلاس بہار اردو اکادی ہال پٹنہ میں مرکزی ادارہ شرعیہ کے زیر اہتمام موجودہ ایم ایل اے کی بہار حضرت مولانا غلام رسول بلیاوی کی قیادت اور لیگل سیل کے چیئرمین عبد المنان خان ایڈوکیٹ کی صدارت میں مندرجہ ذیل ایجنڈوں پر مشتمل منعقد ہوا۔

۱۔ این آر سی کے قانونی پہلو پر غور۔

۲۔ طلاق ثلاثہ کی لعنت سے معاشرہ پاک وصاف رکھنے کے لیے بیداری مہم۔

۳۔ مذہبی شناخت اور معاشرتی تحفظات کے تناظر میں جدید تعلیمی پالیسی پر غور وفکر، اس نمائندہ اجلاس کا آغاز قرآن مقدس کے تلاوت سے کیا گیا اور مرکزی ادارہ شرعیہ کے ناظم اعلیٰ شاکر حسین نے

حمد و نعت پیش کیا مہتمم مولانا سید احمد رضا نے نظامت کے فرائض انجام دیے۔ مولانا قطب الدین رضوی نے سرکار کی نئی تعلیمی پالیسی کی اہم نکات پر خصوصی روشنی ڈالی۔ اس نمائندہ اجلاس میں پٹنہ ہائی کورٹ اور ریاست بہار کے مختلف سول کورٹ کے سینئر وکلا، دانشوران، مفتیان کرام اور علماے ذوی الاحترام نے کافی تعداد میں شرکت کی۔ امین شریعت ادارۂ شرعیہ مفتی عبدالمنان کلیمی نے کہا کہ طلاق ثلاثہ ہو یا این آر سی یا پھر جدید تعلیمی پالیسی مسلمانوں کے لیے ہی تمام باعث نقصان ہیں۔ مگر تعلیمی پالیسی قرآن و سنت سے انحراف کرنے والی ہے یہ نقصان ایسا ہے جس کی بھرپائی کرپانا مشکل ہوگا۔ نمائندہ اجلاس کے ایجنڈے کے تعلق سے تمام وکلا، دانشوران، مفتیان عظام اور علماے دین کے باہمی تبادلہ خیال اور مشوروں کے بعد مندرجہ ذیل تجاویز پاس کی گئیں۔ تقریبا ۲۰ یا ۲۲ جو دستاویزات ہیں ان میں کم از کم ۳ دستاویزات ضروری ہیں۔ ساتھ ہی تمام ائمہ کرام، ادارے، تحریک کے ذمہ داران، ہر انجمن پنچایت کے ارکان بغیر کی سستی کے مستعدی کے ساتھ اپنے اپنے حلقہ اثر میں ۱۵ اکتوبر ۲۰۱۹ تک ووٹر لسٹ میں جس کی عمر ۱۸ سال ہوئی ہو اس کا نام درج کراتے ہوئے جن کا ووٹر لسٹ میں نام نہیں ہے ان کا نام درج کرانے کے ساتھ نام اور تفصیل کو درست کراتے ہوئے درج کرائیں اور یہی دستاویزات این آر سی کے لیے محفوظ رکھیں۔ تجویز کے مطابق طلاق ثلاثہ بل مسلمانوں کے لیے قابل قبول نہیں ہے۔ لیے گئے فیصلے کے مطابق جدید تعلیمی پالیسی جو تقریبا ۵۰۰ صفحات پر مشتمل مجوزہ دستاویز ہے۔ جسے سرکار پارلیمنٹ میں پاس کرا کر حتمی طور پر اسے نافذ کرنا چاہتی ہے اس مجوزہ جدید تعلیمی پالیسی پر تمام نکات پر غور و فکر کرتے ہوئے ریاست کے طول عرض سے نامور اور مستند مختلف شعبہ ہائے جات کے ۱۱ ر ماہرین تعلیم پر مشتمل ایک جائزہ کمیٹی کی تشکیل عمل میں آئی۔ پر غور و فکر کرتے ہوئے یہ تجویز پاس کی گئی کہ اس تعلیمی پالیسی کے ذریعہ ملک میں ایک خاص نظریہ کو مسلط کرنے کے لیے پرائمری، مڈل، ہائی اسکول اور اعلی تعلیمی ادارے سے مذہبی آزادی کو ختم کر ہندوستان کے آئین کو بدلنے کے منصوبے کی پہلی کڑی سمجھی جاتی ہے۔ جائزہ کمیٹی کی پوری رپورٹ آنے کے بعد مزید اس میں آگے کی کاروائی کی جائے گی۔ اجلاس میں دو مہینے سے جاری کشمیر میں کرفیو جیسی صورت حال پر تشویش کا اظہار کرتے ہوئے وہاں کے مرد و خواتین، نوجوان، بوڑھے اور بچوں کو منی اور بنیادی سہولیات فراہم کرنے کی اپیل کی گئی۔

پورے ملک میں ماب لنچنگ کے واردات میں تشویشناک حد تک اضافہ ہونے سے تشویش کا اظہار کیا گیا اور مرکزی حکومت سے مطالبہ کیا گیا یا کہ ٹاڈا، پوٹا، مکوکے، راسوکا جیسے سخت قانون باب لنچنگ کے خلاف بھی بنا کر ہجوی تشدد برپا کرنے والے مجرموں پر بھی نافذ کیا جائے۔ یہ بھی اپیل کی گئی کہ مرکزی حکومت ملک کے دلت، آدیواسی، عیسائی، پسماندہ، جھگی جھونپڑیوں میں رہنے والے لوگ مسلم اقلیت اور دیگر خستہ حال افراد کو بھی تحفظات فراہم کیا جائے۔ نمائندہ اجلاس کا اختتام مرکزی ادارہ شرعیہ کے امین شریعت حضرت مولانا مفتی عبدالمنان کلیمی کی دعاؤں پر ہوا۔

لیگل سیل کے نمائندہ اجلاس میں، راشد ظفر ایڈوکیٹ، ارشد جمیل ایڈوکیٹ، خورشید بانی ایڈوکیٹ، غلام سرور آزاد، نصر الہدی خان ایڈوکیٹ، ضیاء القمر ایڈوکیٹ، ارشاد احمد خان ایڈوکیٹ، ابرار احمد ایڈوکیٹ، ایس کے برنوال ایڈوکیٹ، امیت کشیپ ایڈوکیٹ، مولانا سید احمد رضا، ڈاکٹر مفتی امجد رضا امجد، مفتی حسن رضا نوری، حافظ فخر الدین رضوی مولانا نوازش کریم فیضی، حافظ آصف رضا، اسفر فریدی، محمد مسلم، مفتی غلام حسین ثقافت، مفتی دیم، مفتی غلام سروری، مفتی شارق، حافظ معراج، مفتی عمیر رضا قادری، مولانا شاہد رضا، مولانا دانش، مدمیل رضا، وکیل احمد مسعودی، مفتی نیشان، مولانا ارمان، مفتی فیصل رضا، مم فضل حسین رضوی کے کثیر تعداد میں بہار کے مختلف حصوں سے دانشوران اور ذمہ داروں نے شرکت کی۔

## جامعہ گلشن فاطمہ میں
## عرس مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ علیہ

پریس ریلیز (بنگلورو): بروز چہار شنبہ ۲ آکٹوبر ۲۰۱۹ کو جامعہ گلشنِ فاطمہ، شامپور روڈ بنگلورو شاخ امام احمد رضا مومنٹ، بنگلور میں عرس مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی رضی اللہ تعالی عنہ منایا گیا جس میں محفل حمد، نعت و منقبت سے محفل کا آغاز ہوا، عالمہ فاضلہ حنا کوثر صاحبہ نے حضرت سید مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی رضی اللہ تعالی عنہ کی سوانح حیات پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ! آپ ایک صحیح النسب سید تھے۔ آپ کے والد ماجد کا نام حضرت سید محمد ابراہیم نور بخشی تھا جو بڑے نیک اور تہجد گزار تھے۔ دن کے مجاہد اور شب کے عابد تھے۔ والدہ ماجدہ خدیجہ بیگم تھیں۔ شاہانہ طرزِ زندگی، آسائشوں کے انبار، شوکت و

عزت سبھی کچھ ہونے کے باوجود عظیم والدین کی تربیت نے دُنیا میں رہ کر دُنیاداری سے دور رکھا۔ والد ماجد کے وصال کے بعد تاج ور ہوئے لیکن انھیں تو روحانی تاج دار بننا تھا، ایک شب خواب دیکھا کہ حضرت خضر علیہ السلام ہیں، کہتے ہیں کہ ”سلطنتِ الٰہی چاہتے ہو تو بادشاہت کو خیر باد کہ کر رختِ سفر جانبِ ہند باندھ لو۔“ والدہ کو حال سُنایا، اجازتِ سیاحتِ ہند ملی۔ یوں سلطنت کو ترک کر دیا۔ راہ خدا میں سیاحت کو گلے لگایا۔ یہاں سے روحانی مدارج میں مسلسل ترقی کا مرحلۂ عرفان طے ہونا شروع ہوا۔

کچھوچھہ مقدسہ میں آپ نے سکونت اختیار کی۔ پھر سیاحت کا دوسرا دور شروع ہوا۔ سیاحت کے ذریعے اسلام کی اشاعت کرنے والوں نے نئی تاریخ رقم کی ہے اور عزم و حوصلہ دیا ہے، اس سفر میں حرمین، دمشق، نجف اشرف، کربلا، سمنان، ماوراء النہر، ترکستان، قندھار، غزنی، کابل، ملتان، اجودھن، دہلی، اجمیر، دکن، گجرات ہوتے ہوئے کچھوچھہ مقدسہ آئے۔ آپ ایک سچے عاشق رسول تھے، اسی درس کو گزری صدیوں میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی، مجدد الف ثانی، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، علامہ فضل حق خیرآبادی، اعلیٰ حضرت محدث بریلوی نے دیا۔ جلسہ میں عالمہ ریشہ، عالمہ آسا، عالمہ عالیہ، جامعہ کے طالبات کے علاوہ دیگر خواتین اسلام شریک رہیں، جلسہ میں قرآن خوانی، خصوصی دعا، صلاۃ و سلام پر اختتام ہوا۔

از: امام احمد رضا مومنٹ

## کانپور میں علما و مشائخ اہل سنت کا ایک عظیم اجتماع

۱۹ر ستمبر ۲۰۱۹ء غریب نواز گیسٹ ہاؤس بانس منڈی کان پور میں علما و مشائخ اہل سنت کی ایک اہم نشست منعقد ہوئی جس میں مختلف اضلاع سے کثیر علما و مشائخ اور ائمہ مساجد نے شرکت کی۔ میٹنگ کی سرپرستی آستانہ عالیہ صمدیہ پھپھوند شریف کے سجادہ نشیں حضرت مولانا سید محمد اختر میاں چشتی اور صدارت مولانا یسین اختر مصباحی بانی و مہتمم دارالقلم ذاکر نگر دہلی نے فرمائی۔ جب کہ نظامت کے فرائض حضرت مولانا غلام جیلانی مصباحی استاذ جامعہ صمدیہ پھپھوند شریف نے انجام دیے۔ حضرت مفتی انفاس الحسن چشتی صدالمدرسین جامعہ صمدیہ پھپھوند شریف نے خطبہ استقبالیہ پیش کرتے ہوئے تمام علما و مشائخ کا شکریہ ادا کیا اور نشست کے اغراض و مقاصد پہ روشنی ڈالی۔

میٹنگ میں باتفاق رائے درج ذیل امور طے پائے:

(۱) غصہ اور جہالت و نادانی میں بھی بیک وقت دی گئی تین طلاقیں تین ہی شمار ہوں گی۔ اس لیے شریعت اسلامی کے بیان کردہ طریقہ طلاق کے مطابق بوقت ضرورت طلاق کا اختیار استعمال کیا جائے اور اس کے خلاف کوئی عمل نہ کیا جائے۔

(۲) موب لنچنگ یعنی ہجومی تشدد کی مستقل روک تھام کے لیے ضروری ہے کہ حکومت ہند اس کے خلاف سخت قانون بنائے اور موب لنچنگ کے شکار شخص کے وارث کو پچاس لاکھ روپے دینے کے ساتھ اس کے اہل خانہ میں ایک قریبی وارث کو سرکاری ملازمت دینے کا انتظام کرے۔

(۳) مسلم مخالف عناصر کے آلہ کار وسیم رضوی نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ کے تعلق سے جو فلم بنائی ہے اس پر حکومت فوراً پابندی عائد کرے اور وسیم رضوی کے اس امن مخالف عمل کے خلاف سخت قانونی اقدام کرے۔

صدر نشست حضرت علامہ یسین اختر مصباحی نے خطبہ صدارت پیش کرتے ہوئے کہا کہ ہم ایک جمہوری ملک میں رہتے ہیں ہندوستان کے دستور اساسی میں اپنے مذہب کے مطابق زندگی گزارنے کا حق دیا ہے ہمیں اس حق کے حصول کے لیے جدوجہد کرنی چاہیے۔ انہوں نے مزید کہا کہ ہمیں کوشش کرنی چاہیے کہ اپنی عوام کو طلاق کے شرعی مسائل پر آگاہ کریں اور ایک نشست میں تین طلاق کی نحوستوں سے بچانے کی کوشش کریں۔

حضرت مفتی انفاس الحسن چشتی نے طلاق ثلاثہ کے تعلق سے پاس کیے گئے قانون کے خلاف جمہوری طریقے پر میمورنڈم پیش کرنے اور اپنا احتجاج حکومت تک پہنچانے پر زور دیتے ہوئے کہا کہ مسلمانوں کے دینی مذہبی اور ملی مسائل کے حل کے لیے آئندہ بھی ہماری جدوجہد جاری رہے گی۔

اس نشست میں کان پور، اوریا، اٹاوہ، اورئی، جالون، راٹھ، مہوبا، جھانسی، فتح پور، الہ آباد، کشی نگر، بریلی شریف، مین پوری، آگرہ، اناؤ، لکھنؤ، بارہ بنکی، سلطان پور، اعظم گڑھ، مئو وغیرہ اضلاع کے کثیر علما و مشائخ اور ائمہ کرام نے شرکت کی خاص اسما حسب ذیل ہیں:

حضرت مولانا سید انور میاں چشتی، حضرت سید مظہر میاں چشتی، حضرت سید غلام الصمد میاں چشتی، پھپھوند شریف،

(باقی ص: ۵۲ ر پر)